THE ...DR WEEKLY. Manage...
...DIAN-143516.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

Regd. No. P/GDP- 23
Phone No 35.

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

شبیہِ مُبارک حضرت حافظ حاجی حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ

وہ خوش نصیب وجود جس کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نورِدیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

خصوصی اشاعت

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کا تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی ترجمان

خلافت نمبر

ادارۂ تحریر
ایڈیٹر:۔ عبدالحق فضل
نائب:۔ قریشی محمد فضل اللہ

اداریہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

خلافت سے "محرومی کا جرمانہ"

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کا فکر انگیز جائزہ

گذشتہ دنوں اخبار تعمیر حیات لکھنؤ کا ۲۵ اگست ۱۹۸۸ء کا شمارہ میری نظروں سے گزرا۔ مضمون مولانا سیّد ابوالحسن علی صاحب ندوی کا تھا جو زیر عنوان "پندرہویں صدی میں عالم اسلام کے لئے دس نکاتی پروگرام" قلمبند کیا گیا تھا مضمون نہایت عمدہ اسلامی ترقی کی تمناؤں سے بھرپور تھا۔ اسلام کی ترقی کے متعلق پیش کئے گئے دیگر ذرائع کے ساتھ مولانا نے تحریر فرمایا ہے۔

"اسی کے ساتھ عالم اسلام میں ایک ایسی مرکزی قیادت کے عالم وجود میں آنے کی فکر و سعی جو "شورائیت" کے اسلامی اصول اور تعاونوا علی البر والتقویٰ کی بنیاد پر قائم ہو اور اپنی اس کوتاہی اور محرومی پر کم سے کم تأسف و ندامت کہ اس وقت عالم اسلام خلافت کے اس ضروری ادارے اور اس مبارک نظام سے محروم ہے جس کے قیام کے مسلمان مکلف بنائے گئے تھے اور جس سے محرومی کا جرمانہ وہ مختلف شکلوں میں ادا کر رہے ہیں۔"

یہ حقیقت ہے کہ مسلمان خلافت سے محرومی کے بعد دور تنزل میں داخل ہو گئے اور بجائے ترقی کی طرف قدم بڑھانے کے ہر میدان میں شکست کھانے لگے کیا بلحاظ دین کے کیا بلحاظ دنیا کے یا سیاسی و اقتصادی و معاشی حالات کے ہر طرف ہی ناکامی ہونے لگی۔

خلافت کی برکت سے مٹھی بھر لوگوں نے ایران و روم کو فتح کر لیا اور چالیس سالہ دور خلافت میں وہ عظیم الشان ترقیات و فتوحات حاصل ہوئیں جو بعد کے زمانہ میں باوجود بڑی بڑی اسلامی حکومتوں کے حاصل نہ ہو سکیں۔ شریعت اسلامیہ کا قیام ہوتا تھا۔ آپسی امن و اتحاد قائم تھا اطاعت کے وہ پتلے بن گئے تھے۔ افسوس بدقسمتی سے مسلمانوں نے اس کی قدر نہ کی اور اس سے روگردانی کی جس کی پاداش میں وہ اس نعمت سے محروم کر دیئے گئے۔ اور نتیجۃً امت کا شیرازہ بکھر گیا اور ادبار و تنزل کا وہ دور شروع ہوا کہ رکنے میں نہیں آتا اور ایسی حالت ہو گئی کہ اس کے تصور سے ہی لرزہ طاری ہوتا ہے ایسی تاریک راتیں عالم اسلام پر چھا گئیں کہ امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ عظیم مسلمان حکومتیں ہونے کے باوجود اسلام کا کوئی فکر نہیں۔ نہ علماء کو اسلام کی فکر ہے اور نہ ہی بڑے بڑے سجادہ نشینوں اور گدی نشینوں کو اس کی پرواہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سخت قسم کے ادبار ذلت و نکبت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

لیکن آج جماعت احمدیہ خلافت سے وابستگی کے نتیجہ میں وہ سب ترقیات و برکات حاصل کر رہی ہے جو قرون اولیٰ میں مسلمان حاصل کرتے تھے جب سے خدا تعالیٰ نے خلافت حقہ کا قیام فرمایا ہے وہ سب فیوض و برکات عود کر آئی ہیں جن کا نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے دور میں دکھائی دیتا تھا۔ جماعت ایک ہاتھ پر اٹھتی اور ایک ہاتھ پر بیٹھتی ہے ہماری مرکزیت و جمعیت اور سالمیت قائم ہے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے دن رات کام ہو رہے ہیں۔ کہیں لٹریچر تیار ہو رہا ہے کہیں دعوۃ الی اللہ ہو رہی ہے۔ مساجد تعمیر ہو رہی ہیں قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم ہو رہے ہیں الغرض ساری دنیا میں غلبہ اسلام کے لئے دھن چھائی ہے ہمارا اپنا نظام بیت المال ہے قضا کا نظام جاری ہے صرف خلافت کی برکت سے اور اس سے ساری دنیا کے مسلمان محروم ہیں اور اس محرومی کے نتیجے میں آئے دن آپسی لڑائی جھگڑے تفرقہ بازی ادبار اور ناکامی و نامرادی کے جرمانے ادا کر رہے ہیں۔ اور کرتے چلے آئے ہیں باوجود حکومتیں ہونے کے نہ صرف خدمت و اشاعت اسلام سے محروم ہیں بلکہ حال ہی میں عراق کی جنگ میں جو اسلامی اصول و سیاست کے فقدان سے لڑی گئی سخت ہزیمت اٹھائی اور اس کا نتیجہ برسوں بھگتنا پڑے گا ان سب سزاؤں کی ایک ہی وجہ ہے جیسے کہ خود اس مضمون میں مولانا نے بھی تسلیم کیا ہے .... "خلافت سے محرومی"

پس ہمیں چاہیئے کہ ارشادِ خداوندی وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران ۱۰۳) کے مطابق بالاتفاق اکٹھے مل کر حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور تفرقہ پیدا نہ کریں تاکہ ان سب محرومیوں اور جرمانوں سے بچ سکیں اور وہ سب ترقیات و برکات حاصل کر لیں جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے دامن خلافت سے وابستہ رہ کر حاصل کیں۔

مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ حالت (جس کے ذکر کے لئے ایک بڑا دفتر چاہیئے اور یہ چھوٹا سا مضمون اس کا متحمل نہیں ہو سکتا) کو دیکھ کر اور خلیفہ کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہوئے بعض افراد از خود اور بعض کو ان کے ساتھیوں یا حکومتوں نے مقام خلافت پر کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اور خلافتِ حقہ کو قائم نہ کر سکے۔ کیونکہ خلافت حقہ اسلامیہ کا قیام کسی سیاسی یا نیم سیاسی تنظیم ادارے یا ملّا کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ محض خدا تعالیٰ کی ایک عطا اور نعمت ہے۔ لہٰذا افراد کی ناکامی دلالت کرتی ہے کہ خلیفہ بنانا محض خدا کا کام ہے نہ کہ کسی فرد بشر کا جیسے کہ

(باقی صفحہ نمبر ۲۰ پر)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

احباب کرام دل و جان سے پیارے آقا کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کیلئے تواتر سے دعائیں جاری رکھیں

مدیر

ہفت روزہ بدر قادیان

خلافت نمبر

بابت

۸ ذیقعدہ ۱۴۱۱ ہجری
۲۳ ہجرت ۱۳۷۰ ہش
۲۳ مئی ۱۹۹۱ء

جلد: ۴۰ | شمارہ: ۲۱

شرحِ چندہ

سالانہ ——— ۵۰/- روپے

- بیرونی ممالک -

بذریعہ ہوائی ڈاک — ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن

بذریعہ بحری ڈاک — دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

فی پرچہ ——— ۱-۵۰ روپے

خاص نمبر ——— ۵-۰۰ روپے

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

:- پروپرائیٹر :-
نگران بورڈ بدر قادیان

خلافتِ حقّہ کے متعلق مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

کلماتِ طیّبات

(۱)

خلیفہ کے معنی :

" خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں ۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۳۸۳)

(۲)

جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونیوالا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کیطرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے

" صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سر نو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمادے گا کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے اول حق انہی کے دل میں ڈالا

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۲۹)

(۳)

مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے

" یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین پر پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیساکہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ اپنے قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی کو ظاہر کر دیتا ہے ۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعے سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے ۔

۱ ۔ خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے ۔

۲ ۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالےٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے . . . . سو اے عزیزو ! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ دوؔ قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری بات سے جو مَیں نے تمہارے سامنے بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک کہ میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو خدا پھر اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا ۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی ۔ جیساکہ خدا کا براہین میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیساکہ فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے ۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا ۔ جس کا اس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی ہے میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے ۔

(الوصیت صفحہ ۷ ۔ ۸)

خلافتِ حقّہ کے متعلق خلفائے احمدیت کے

بابرکت ارشادات

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں :۔

" مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردائ کو مجھ سے چھین لے"

(بدر ۴؍ جولائی ۱۹۱۲ء)

" خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے میں جب مروں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اسے آپ کھڑا کرے گا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ معزول کرے اگر تم زیادہ زور دوگے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو مرتدوں کی طرح تم کو سزا دیں گے"

(تقریر لاہور بدر ۱۹۱۲ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

" خلیفہ تو مجدد سے بڑا ہوتا ہے اور اس کا کام ہی احکام شریعت کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ پھر اس کی موجودگی میں مجدد کس طرح آسکتا ہے مجدد تو اس وقت آیا کرتا ہے جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جاتے ۔"

(الفضل ۸؍ اپریل ۱۹۴۷ء)

" انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں ممد ہوتے ہیں جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر چڑھ نہیں سکتا تو سونٹے اور کھنڈ ٹیک کا سہارا لے کر چڑھتا ہے اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔"

(الفضل ۱۱؍ ستمبر ۱۹۳۷ء)

" وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے"۔

(الفضل ۲۰؍ نومبر ۱۹۴۶ء)

" اللہ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔"

(منصب خلافت صـــ ۳۲)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

" دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں احمدیت کا اور خلافت کا مقام سمجھنے کی توفیق دے اگر خلیفہ وقت انتہائی پیار کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ شوخیاں کرنے لگو مجھ میں جتنی طاقت پیار کرنے کی ہے اتنی ہی طاقت اصلاحی سختی کرنے کی بھی ہے اس لئے کہ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور ہر احمدی کو ایسا ہی ہونا چاہیئے اور یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم کہاں تھے اور وہ ہمیں اٹھا کر کہاں سے کہاں لے گیا"

(بدر یکم اپریل ۱۹۸۶ء)

"جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا اس کے دل میں آپ کے لئے بے انتہا محبت پیدا کر دے گا اور اس کو یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لئے اتنی دعائیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لئے اتنی دعائیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہ بھی توفیق دے گا کہ آپکی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور بشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے آپ کا نوکر نہیں۔"

(الفضل ۳۱؍ دسمبر ۱۹۶۶ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

" میں جماعت احمدیہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسی لغو دلچسپیوں سے باز رہیں کسی کے کہنے سے کسی خلیفہ کے مقام میں اس کے منصب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا جو فرق پڑے گا اور پڑتا ہے وہ صرف اللہ کی نظر میں ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کسی نے اپنی استعداد کے مطابق پورا استفادہ کیا کہ نہیں بعض دفعہ استعدادوں کے مختلف ہونے کے نتیجے میں مختلف طرز عمل رونما ہوتے ہیں اور اس کے باوجود بظاہر ایک کم نتیجے کو ایک بظاہر زیادہ نتیجہ پر فوقیت دے دی جاتی ہے .... بندے کا کام یہ ہے کہ استغفار سے کام لے دعائیں کرے اور دعاؤں کے ذریعے من حیث الجماعت ساری جماعت من حیث الجماعت اپنے وقت کے خلیفہ کی کمزوریوں سے پردہ پوشی کی دعا کرے"

" خلافت احمدیہ کی طاقت کا راز دو باتوں میں نظر آتا ہے ایک خلیفۂ وقت کے اپنے تقویٰ میں اور ایک جماعت احمدیہ کے مجموعی تقویٰ میں جماعت کا جتنا تقویٰ من حیث الجماعت بڑھے گا احمدیت میں اتنی ہی زیادہ عظمت اور قوت پیدا ہوگی خلیفۂ وقت کا ذاتی تقویٰ جتنا ترقی کرے گا اتنی ہی اچھی قیادت اور سیادت جماعت کو نصیب ہوگی یہ دونوں چیزیں بیک وقت ایک ہی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ترقی کرتی ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ جون ۱۹۸۲ء)

خطبہ جمعۃ الوداع

خدا کی راہ کے مسافر وہی ہیں جو عبادت کی گاڑی پر سوار ہو کر پھر اس کو چھوڑتے نہیں۔

سورۃ فاتحہ عبادت کے راز سکھاتی ہے اور عبادت میں لذت پیدا کرتی ہے

دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس نے تمام انبیاء کی دعاؤں کا خلاصہ اس شان کے ساتھ پیش کیا ہو جس طرح قرآن کریم نے پیش کیا ہے

میں قرآن کریم کی دعائیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو اسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب سے قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۲ شہادت (اپریل) ۱۳۷۰ ہش ۱۹۹۱ء بمقام مسجد فضل لندن

مکرم منیر احمد صاحب جاوید دفتر P.S لنڈن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بسند لا کلیۃً اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے ——— (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا :۔

مسافر گاڑیاں جب مختلف سٹیشنوں پر رکتے رکتے اپنا لمبا سفر طے کرتی ہیں تو ہر سٹیشن پر الگ الگ نظارہ ہوتا ہے۔ کہیں تھوڑے سے مسافر چڑھتے ہیں۔ کہیں زیادہ مسافر چڑھتے ہیں۔ کہیں تھوڑے سے لوگ چھوڑنے کے لئے آئے ہوئے ہوتے ہیں کہیں زیادہ لوگ، جو بڑے بڑے سٹیشن ہیں ان پر بہت رونق ہوتی ہے اور جب تک گاڑی چلتی نہیں سارا سٹیشن مختلف لوگوں کی گہما گہمی سے پر رونق ہوا ہوتا ہے۔ چہل پہل ہوتی ہے۔ باتیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ پھر گاڑی چلی جاتی ہے تو سٹیشن سونا سا رہ جاتا ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسافر نہیں ہوتے صرف مسافروں سے ملنے کے لئے آئے ہوتے ہیں۔

جمعۃ الوداع

کی بھی کچھ ایسی ہی صورت ہے۔ عبادت کرنے والوں کی گاڑی جو جمعہ بہ جمعہ ٹھہرتی آخر رمضان مبارک کے جمعوں میں داخل ہوتی ہے تو اچانک جمعوں پر رونق بڑھنے لگتی ہے اور پھر ایک ایسا جمعہ بھی آتا ہے جیسا آج ہے جسے جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے، اس جمعہ پر تو اتنی رونق ہوتی ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارے مسافر ہیں جو اس گاڑی پر چڑھنے کے لئے آئے ہیں لیکن جب یہ گاڑی یہاں سے گزر کر اگلے جمعہ پر پہنچتی ہے جو رمضان مبارک کے بعد آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسافر تو وہی چند ایک تھے جو سارا سال سفر کرتے رہے باقی تو چھوڑنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ پس بہت سے ایسے بھی ایمان لانے والے اور مسلمان ہیں جو آج عبادت کرنے والوں کو چھوڑنے کے لئے آئے ہوئے ہیں، الوداع کہنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ خود بھی عبادت میں شریک ہیں لیکن یہ وقتی شرکت ہے، چند لمحوں کی شرکت ہے۔ جب تک اس جمعہ پر یہ گاڑی ٹھہری رہے گی وہ بھی شریک رہیں گے، جب یہ گزر جائے گی تو پھر وہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوں گے۔ خدا کی راہ کے مسافر وہی ہیں جو

عبادت کی گاڑی

پر سوار ہو کر پھر اس کو چھوڑتے نہیں۔ سٹیشنوں پر اترتے ہیں تو عارضی طور پر لیکن دائم کے سوار ہیں۔ ہمیشہ ہمیش کے مسافر ہیں اور کبھی بھی وہ عبادت سے تعلق قائم کر کے پھر تعلق توڑا نہیں کرتے۔

ایسے لوگوں کے مختلف احوال ہیں جو وقتی طور پر آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جنہیں پھر خدا یہ توفیق بخشتا ہے کہ ان کے دل میں بھی سفر کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ وداع کرنے آتے ہیں، پھر آتے ہیں، پھر آتے ہیں، پھر خیال آتا ہے کہ کیوں نہ ہم بھی اسی گاڑی کے مسافر بن جائیں تو وہ لوگ جو سچے ایمان لانے والے ہیں ان میں کمزور بھی ہیں لیکن رفتہ رفتہ کمزور طاقتور ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کی بدیاں جھڑتی چلی جاتی ہیں اور بدیوں کی بجائے نیکیاں عطا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ پس سچے مومنوں کی گاڑی ہمیشہ پہلے سے زیادہ بھرتی رہتی ہے۔ وہ لوگ جو پیچھے رہ جانے کے عادی ہیں اور ہمیشہ پیچھے رہ جانے کے عادی ہیں ان کے متعلق بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو عذاب دے گا یا ان سے ناراضگی کا اظہار فرمائے گا۔ بعض خوش قسمت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی موت کی گھڑی سعادت کی گھڑی ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں اللہ ان کو بلاتا ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں ہوتے ہیں، ایسے خوش نصیب وہ ہیں کہ جو توقع رکھ سکتے ہیں کہ اگرچہ ہم کبھی کبھی آئے لیکن خدا نے اسی وقت بلایا جبکہ ہم نیکوں میں شمار ہو رہے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں یہ دعا خصوصیت سے سکھائی کہ اے خدا! ہمیں اس وقت بلانا، اس وقت ہمیں مارنا جب ہم تیرے حضور نیکوں میں شمار ہو رہے ہوں تو ہمیں چاہیئے کہ ان چھوڑنے کے لئے آنے والوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور خصوصیت سے یہ دعا کریں کہ ان سب کے انجام نیک ہوں اور رفتہ رفتہ ان کو بھی عبادت کے دائمی سفر کی توفیق عطا ہو۔

میں نے گزشتہ چند خطبات میں سورۃ فاتحہ کا ذکر کیا تھا کہ کس طرح

سورۃ فاتحہ عبادت کے راز سکھاتی ہے

اور عبادت میں لذت پیدا کرتی ہے اور اس مضمون کے آخری حصے میں ہم داخل ہو چکے تھے جس میں ہم اس دعا پر غور کر رہے تھے کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۔ اور میں نے آپ کو بتایا کہ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ میں جن لوگوں کا ذکر ہے اگرچہ وہ سب انعام یافتہ ہیں لیکن ان کی زندگیاں بڑی مشقتوں اور تکلیفوں میں گزریں اور خدا کی راہ میں

انہوں نے بڑے بڑے ابتلاء دیکھے اور ایسے بھی تھے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ جنہوں نے خود ابتلاؤں کے تقاضے کئے کہ

اے خدا! ہمیں ہماری قربان گاہیں دکھا۔

ہمیں ان رستوں پر چلا جن رستوں پر چل کر ہم تیری راہ میں دکھ اُٹھائیں اور پھر ثابت قدم ٹھہریں اور تجھ سے نئے اعزاز پائیں لیکن ان تمام باتوں کا ذکر کرنے کے بعد جن میں سے ایک حصہ میں پچھلے جمعہ میں بیان کر چکا ہوں اور ایک وہ حصہ تھا جسے بیان نہیں کر سکا لیکن اُن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، اُن سب تاریخی واقعات پر نظر ڈالتے ہوئے جب غور کرتے ہوئے ایک مومن آگے بڑھتا ہے تو دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میں کیا دُعا کر رہا ہوں۔ ایسی مشکل اور ایسی مصیبت کی دُعا اور ایسی دُعا جس پر ہو سکتا ہے میں ثابت قدم نہ ٹھہر سکوں۔ مشکلات کو اپنے منہ سے دعوت دینا اور امتحان کو بلانا بڑے حوصلے کا کام ہے لیکن اس کے باوجود ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ دُعا کرنے پر مجبور ہے کہ مجھے انعام پانے والوں کا رستہ دکھا۔ اور اس کی تفصیل قرآن کریم نے بیان کی ہے وہ بہت ہی دل ہلا دینے والی تفصیل ہے، ایسی تفصیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی مشکل کا جان جوکھوں کا رستہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ پہلے لوگوں نے یہ رستہ کیسے طے کیا تھا۔ وہ رستہ انہوں نے ایسے طے کیا کہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود سکھایا کہ کیا کرو؟ کس طرح یہ مشکلیں تم پر آسان ہو جائیں گی؟ اور یہ آگ تمہارے لئے گلزار بنا دی جائے گی۔ فرمایا:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔

اے میرے بندو صبر کے ساتھ اور عبادتوں کے ساتھ اور دُعا مانگتے ہوئے مجھ سے مدد چاہو۔ یعنی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں جس استعانت کی دُعا ہمیں سکھائی گئی اس کا تفصیل کے ساتھ اعادہ کیا گیا اور پھر خدا نے وہ دُعائیں بھی اکثر خود سکھائیں۔ پس اب میں اُن دُعاؤں کے اس مضمون میں داخل ہوتا ہوں جس سے پتہ چلے گا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے خود مومنوں کی یہ راہ آسان فرما دی۔ انہیں دُعاؤں کے طریقے سکھائے یا اُن کی بے ساختہ دل کی گہرائیوں سے اُٹھی ہوئی دُعاؤں کو قبول فرمایا اور اُن کے ذکر کو بڑے پیار کے ساتھ قرآن کریم میں محفوظ فرما دیا۔ دُنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں اور میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ

دُنیا کی کوئی کتاب

ایسی نہیں جس نے تمام انبیاء کی دُعاؤں کا خلاصہ اس شان کے ساتھ، اس حفاظت کے ساتھ پیش کیا ہو جس طرح قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ ہر قسم کی ضرورت کی دُعا کے بہترین نمونے محفوظ کر دیئے۔ پس وہ لوگ جو یہ دُعا مانگتے ہیں: اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ اُن کے لئے ضروری ہے کہ اس دُعا کی اگلی شاخوں سے بھی واقف ہوں۔ یہ دُعا جو آگے دُعائیں پیدا کرتی ہے اور جن کے بغیر یہ سفر طے ہونا ممکن نہیں ہے اُن دُعاؤں پر نظر رکھیں، اُن کے پس منظر سے واقف ہوں۔ اُن کیفیتوں سے آشنا ہوں جن کیفیتوں میں وہ دُعائیں مانگی گئی تھیں۔ جوں جوں ہم اس مضمون میں آگے بڑھیں گے یہ مضمون جو بہت ہی مشکل دکھائی دیتا ہے آسان ہوتا چلا جائے گا۔ اور ان مشکلات میں سے لذت پھوٹنے لگے گی۔ پس اس لحاظ سے میں

قرآن کریم کی دُعائیں

آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو اسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب سے قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ میں نے ان کو مضمون وار الگ الگ نہیں کیا لیکن اس سے پہلے میں یہ بتا دوں کہ ان دعاؤں کے متعلق خدا کا جو وعدہ ہے کہ میں قبول کرتا ہوں وہ وعدہ درحقیقت ایسی ہی دُعاؤں کے متعلق ہے جن کا ذکر آنے والا ہے ورنہ بسا اوقات انسان اس مخمصے میں پھنس جاتا ہے کہ خدا نے تو وعدہ کیا ہے کہ میں دعائیں قبول کرتا ہوں اور میں بڑی دیر سے دُعا کر رہا ہوں کہ یہ کر دے وہ کر دے، یہ دیجئے وہ دیجئے اور مجھے کوئی جواب نہیں ملتا تو اس آیت کو جو میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں ان دُعاؤں کے مضمون کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ کون سی دُعائیں مقبول ہوتی ہیں اور کون سی مقبول نہیں ہوتیں۔ فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ: ۱۸۷)

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو اِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ میں قریب ہوں۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے بلاتا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ: میری باتوں کا بھی تو جواب دیا کریں، میری آواز پر بھی تو کان دھرا کریں۔ یہ نہ ہو کہ یکطرفہ مجھے بلاتے رہیں اور جب میں اُن کو بلاؤں تو پیچھے ہٹ جائیں۔ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ اور وہ مجھ پر سچا ایمان رکھیں۔ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ تاکہ وہ ہدایت پائیں اور کامیاب ہوں۔

یہ رستہ قبولیت دُعا کا رستہ ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں تفصیل سے سمجھایا کہ وہ کونسا رستہ ہے اور کیسے لوگ ہیں جو اس رستے پر چلتے ہیں تو اُن کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں

قرآن کریم کی سورتیں اگرچہ اس ترتیب سے نہیں ہیں جس ترتیب سے نازل ہوئیں لیکن جو ترتیب وحی الٰہی کے مطابق مقرر ہوئی اور جس ترتیب کیساتھ ہم قرآن کریم کو آج پاتے ہیں اس ترتیب میں گہری حکمتیں ہیں اور مضمون کا تسلسل ہے۔ پس دُعاؤں کے تسلسل میں بھی خدا تعالیٰ نے بعض گہری حکمتوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس لئے میں ترتیب کو مضامین کے لحاظ سے بدلنے کی بجائے بعینہٖ اسی طرح آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس طرح قرآن کریم نے پیش فرمایا ہے۔

سب سے پہلی دُعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کو کیا اہمیت ہے۔ آپ ابوالانبیاء کہلاتے ہیں یعنی وہ عظیم الشان نبیوں کا سلسلہ جس پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پیدا ہوئے اُن کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ فرمایا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُہٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّہٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

(سورۃ البقرہ: ۱۲۷ تا ۱۳۰)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا۔ اس وقت کی دُعا ہے جبکہ خانہ کعبہ کے کھنڈرات تو موجود تھے یعنی بعض بہت پرانے اور تقریباً معدوم ہوئے ہوئے آثار موجود تھے لیکن خانہ کعبہ کی کوئی عمارت نہیں تھی

دعوتِ الٰہیہ کے مطابق

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس جگہ پہنچے، اُسے تلاش کیا اور دیکھا؟ آپ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو چھوڑا اور بعد

میں، جب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ مدد کرنے کے قابل ہوئے تب اُسکی تعمیر نو شروع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کا حصہ اسمیں ڈالنا ضروری تھا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم نے حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے پیدا ہونا تھا اس لئے آپ نے انتظار کیا کہ یہ بچہ جو دنیا کے عظیم ترین نبی کا جدِ امجد بننے والا ہے جس کی خاطر

خانہ کعبہ کی تعمیر کا آغاز

ہوا تھا جس نے خدا کے اس گھر کی تعمیر کے مقاصد کو اپنی انتہا تک پہنچانا تھا اُس کا ہاتھ بھی اس تعمیر میں ساتھ لگ جائے اور شامل ہو جائے پس قرآن کریم میں جہاں بھی تعمیر نو کا ذکر ہے وہاں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ کو ضرور شامل فرمایا گیا ہے اور دعاؤں میں بھی دونوں مل کر دعائیں کرتے ہیں۔ اس وقت تک صرف دو ہیں لیکن آگے جاکر جو دعائیں آئیں گی ان میں تعداد بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے فرمایا۔ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا۔ اِس جگہ کو امن کی جگہ بنا۔ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ اور جو بھی یہاں رہیں اُن کے لئے ہر قسم کے پھل مہیا فرما۔ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وہ لوگ جو اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہوں۔ خدا نے فرمایا: وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا۔ جو انکار بھی کر دے گا اُسے بھی ان دنیاوی فوائد میں سے کچھ نہ کچھ میں ضرور پہنچاؤں گا۔ یہ نہیں کہ اِدھر کسی نے انکار کیا اُدھر میں نے نعمت کا ہاتھ کھینچ لیا تو

جہاں تک ثمرات دنیا کا تعلق

ہے وہ میں انکار کرنے والوں کو بھی دیتا رہوں گا لیکن کچھ عرصے تک ہمیشہ کے لئے نہیں، ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ: کچھ عرصے سے مراد دنیا کی زندگی ہے یعنی دنیا کی زندگی میں میں پھلوں سے محروم نہیں کروں گا لیکن وہ مر کر میرے حضور پیش ہوگا تو اس کے لئے میں اس کو عذاب سے مبرا قرار نہیں دوں گا کہ اُس کو میں نے دنیا میں نعمتیں دی تھیں بس خانہ کعبہ کی نعمتوں سے وہ فائدہ اٹھانے والا تو ہوگا لیکن اپنے کفر یا ناشکری یا انکار کی وجہ سے مرنے کے بعد پھر اُسے عذاب میں مبتلا کیا جائیگا اور یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے جسکی طرف وہ لوٹائے جانے والا ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ: اُس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ نے قواعد بیت کو، اللہ کے گھر کی بنیادوں کو استوار کرنا شروع کیا۔ وَاِسْمٰعِيْلُ: اور اسماعیلؑ اُس کے ساتھ ساتھ تھا تو اس وقت

پہلی دُعا اُن کی یہ تھی

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا کہ اے خدا! ہم سے اس کو قبول فرما لے

حضرت ابراہیمؑ کی جو یہ دعا ہے اور حضرت اسماعیلؑ کی یہ دُعا ہے، اس دعا میں بہت گہری حکمتیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ سمجھائی گئی ہے کہ خدا کی خاطر اتنی مشقت اٹھا کر، اتنی مصیبتیں برداشت کر کے ایک ویرانے میں ابراہیمؑ اپنی بیوی، اور بچے کو لے کر آیا۔ پھر بھی مصیبتوں میں انتظار کیا۔ بھوک دیکھی پیاس دیکھی، ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ بار بار آتا رہا یہانتک کہ وہ بچہ بڑا ہو گیا اور خدا کی خاطر، محض خدا کی خاطر گھر تعمیر کیا جا رہا ہے لیکن انکسار کا یہ عالم ہے کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے دعا شروع کی۔ اے اللہ! قبول فرما لینا گھر تو تیری خاطر بنا رہے ہیں خالصۃً نیکی کی خاطر لیکن انسان خود اپنی نیتوں کی کنہوں سے واقف نہیں ہوتا، انسان اپنے اندرونی حال سے خود واقف نہیں ہوتا، اس لئے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہم تیرے حضور پیش کر رہے ہیں اسے اپنی رحمت سے قبول فرما لینا۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، تو سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔ صرف دعائیں سنتا ہی نہیں ان کے احوال سے بھی واقف ہے۔ اُن کے رازوں سے واقف ہے۔ اُن نیتوں سے واقف ہے جو دعاؤں سے پہلے ہوتی ہیں اور جن کے نتیجے میں دعائیں اٹھتی ہیں۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اے خدا! اس عبادت کے گھر کا کیا فائدہ؟ اگر ہم بنانے والے خود تیرے حضور مسلمان نہ ٹھہریں۔ پس ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھنا۔ مُسْلِمَيْنِ لَكَ ہمیشہ کے لئے اپنا فرمانبردار بنائے رکھنا وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور فرمانبرداری کی حالت میں ہمیں عبادت کے راز بھی سکھانا اور قربان گاہیں بھی دکھانا۔ مَنَاسِكَ سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں، عبادت کا طریق بھی اور قربانی کا طریق اور وہ جگہیں جہاں انسان قربانی

پیش کرتا ہے وَتُبْ عَلَيْنَا لیکن پھر ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم سے بخشش کا سلوک فرمانا، ہماری توبہ کو قبول کرنا۔ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ تو بے انتہا توبہ قبول کرنے والا ہے اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔

پس نیکی کی دعاؤں کیساتھ یہ عاجزی اور انکساری کی گریہ وزاری بھی جاری ہے اور اعتراف ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں ہم گنہگار رہیں۔ ہم نیکی کے جو کام بھی کرتے ہیں ان پر بھی ہمیں پورا یقین نہیں ہو سکتا جب تک تیری طرف سے رضامندی حاصل نہ ہو جائے کہ یہ نیکیاں قبول بھی ہوں گی کہ نہیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ: اے خدا! ان لوگوں میں سے جو یہاں پیدا ہوں گے وہ عظیم الشان رسول برپا فرما۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ: جو تیری آیات اُن پر تلاوت کرے گا۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور انہیں کتاب بھی پڑھائے گا اور اُس کی حکمت بھی۔ وَيُزَكِّيْهِمْ: اور اُن کو پاک فرمائے گا۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ یقیناً تو غالب قدرتوں والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

یہ دُعا کی وہ تان ہے

جہاں جاکر یہ دُعا ٹوٹی ہے، جہاں جاکر یہ دعا اپنے عروج تک پہنچی ہے اور اب سمجھ آئی کہ پہلی دعاؤں میں اس قدر تقویٰ کی باریک راہوں کی پیروی کیوں ہو رہی تھی؟ اتنا انکسار کیوں تھا؟ اتنی بار بار کی احتیاط کیوں تھی کہ اے خدا! ہماری دعاؤں کو قبول فرمانا۔ ہمیں پاک و صاف رکھنا۔ ہم میں ذرا بھی غیر کا کوئی شائبہ تک باقی نہ رہے۔ خالص تیرے لئے ہم یہ کام کر رہے ہوں اور تو ان کاموں کو قبول کر رہا ہو کیونکہ یہ دُعا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کے سلسلے کی بنیاد ڈالنے والی دعا تھی اور اس عظیم الشان رسول کے برپا کرنے کی دعا تھی جس کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا گیا تھا۔ اس لئے غیر معمولی تقویٰ کی ضرورت تھی اور غیر معمولی انکسار کی ضرورت تھی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں تکبر داخل ہو سکتا تھا۔ بعض تکبر نیکی میں بھی داخل ہو جاتے ہیں اور شیطان بہکا سکتا تھا کہ تم دونوں ہو تم تو اتنے عظیم الشان وجود ہو کہ وہ عظیم وجود جس کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا گیا تھا وہ تمہاری نسل سے پیدا ہونے والا ہے تو جتنا بڑا مقام عطا ہونے والا تھا اتنی ہی عاجزی بھی سکھائی گئی اور اس طرح انہوں نے عاجزانہ طور پر خدا کے حضور یہ دُعائیں مانگیں جو بعینہٖ اسی طرح قبول ہوئیں۔ حیرت انگیز طریق پر انہیں لفظوں میں یہ دعا قبول ہوئی ہے جن لفظوں میں ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے مانگی تھی لیکن ترتیب انسانی سوچ کی تھی اگرچہ نبی تھا مگر بہر حال انسان تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ترتیب بدل دی چنانچہ فرمایا، هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ (سورۃ الجمعۃ : 3)

ابراہیم علیہ السلام نے تو یہ عرض کیا تھا کہ جب وہ تلاوت آیات کر دے، پھر انکی تعلیم دے دے، پھر ان کی حکمت سکھا دے تو اس کے نتیجے میں ان کے اندر پاک کرنے کی صفات پیدا ہو جائیں گی، پاک کرنے کی اہلیت پیدا ہو جائیگی پھر وہ ان کو پاک کرے کیونکہ جب آیات پڑھی جائیں گی، اُن کی تعلیم دی جائے گی، ان کی حکمت سکھائی جائیگی تو یہ سارا پاک کرنے والا ایک ایسا سلسلہ ہے جس کے نتیجے میں جو بھی لوگ اس کارخانے سے گزریں گے آخر تک پہنچتے پہنچتے پاک ہونے کے لئے تیار ہوں گے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ: پھر وہ اُن کو پاک بھی کرے گا۔

خدا تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کا اصل مقام

قبولیت دعا کے وقت ظاہر فرمایا اور فرمایا کہ ابراہیمؑ کی سوچ تو یہ تھی کہ وہ کتاب اور حکمت سکھانے کے بعد پھر اُن کو پاک کرے گا۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم میں دو ایسی خوبیاں ہیں جن میں وہ سب دوسرے نبیوں سے ممتاز ہے اور پہلے نبی ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ایک یہ کہ وہ ذاتی طور پر ایسی قوت قدسیہ رکھتا ہے کہ کتاب سکھانے سے پہلے اور اس کی حکمتیں بتانے سے پہلے محض اپنے وجود کی برکتوں سے لوگوں کو پاک کرنے کی اہلیت

رکھتا ہے۔ پس تلاوت آیات تو بہر حال اوّل ہے کیونکہ خدا کے پیغام کو سُنائے بغیر کوئی طاقت بھی حاصل نہیں ہوتی لیکن ساتھ ہی فرمایا: وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ وہ پہلے پاک کرتا ہے اور پاک کرنے کے لئے کسی تعلیم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا وجود خود پاک کرنے والا ہے اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ پہلے لوگ تو ایسے مدرسوں میں داخل ہوتے تھے کہ داخل ہونے سے پہلے پاک نہیں ہوتے تھے، داخل ہونے کے بعد پاک کئے جاتے تھے اور گویا پاک ہو جانا اُن مدارس کا منتہیٰ اور مقصود تھا۔ فرمایا یہ اتنا اونچا مدرسہ بنایا گیا ہے کہ یہاں داخل ہونے کے لئے پاکی کی ضرورت ہے۔ جب تک پاک دل لے کر تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قدموں میں حاضر نہیں ہو گے تم اس درسگاہ سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔ پس دونوں مفاہیم بیک وقت صادق آتے ہیں اور اس دعا کی اہمیت بھی ہمارے سامنے ظاہر ہوتی ہے کہ کس طرح بعینہٖ اُن چار صفات کا ذکر فرماتے ہوئے جن کو بڑی عاجزی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے مانگا تھا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت کا ذکر فرمایا کہ وہ بعینہٖ وہی صفات لے کر پیدا ہوا ہے جو ابراہیمؑ نے اس آنے والے کے لئے مانگی تھیں۔

اب دیکھیں کہ دُنیا کی تاریخ میں اس دُعا نے کتنا عظیم الشان کام کیا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے لئے دُعائیں کرتے کرتے مر جاتے ہیں، وہ اپنے بچوں کے لئے دُعائیں کرتے کرتے جان دے دیتے ہیں، فائدہ تو ضرور پہنچتا ہے لیکن تھوڑے احول میں چند دن کے فائدے پہنچتے ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا دیکھیں کتنی نافع الناس تھی، کتنی عظیم الشان تھی۔ تمام دُنیا نے قیامت تک اس سے فائدے اُٹھانے تھے اسی لئے اس دُعا کو بھی عظمت ہوئی اور اس دُعا مانگنے والے کو بھی ایسی عظمت نصیب ہوئی جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سوا کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوئی۔

دوسری دُعا قرآن کریم ہمیں البقرہ آیت ۲۰۲ میں یہ سکھاتا ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

یہ دُعا درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن بندوں کے متعلق بیان فرمائی گئی ہے جو مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد پھر خدا سے خیر مانگتے ہوئے واپس لوٹتے ہیں۔ وہ کیا کہتے ہوئے واپس آتے ہیں: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے خدا ہمیں دُنیا کی حسنات بھی عطا فرما اور آخرت کی حسنات بھی عطا فرما

اور عذابِ نار سے بچانا۔

یہاں حسنہ اور فضل میں ایک فرق ہے جو آپ کو یاد رکھنا چاہیئے ورنہ آپ کی دُعا مکمل نہیں ہو گی۔ فضل عموماً دنیاوی فوائد کے لئے استعمال ہوتا ہے اگرچہ دوسرے فوائد کے لئے بھی لیکن حسنہ کا زیادہ تر تعلق نیکیوں سے ہے اور کوئی ایسی خیر حسنہ میں داخل نہیں ہوتی جو نیکی سے خالی ہو۔ اس لئے حسنہ میں جو حُسن ہے وہ دوسری دعاؤں میں ویسا پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مراد یہ ہے کہ ہمیں ہر اچھی چیز دے۔ دُنیا میں سے بھی اچھی چیزیں دیں یعنی دُنیاوی لحاظ سے بھی اچھی ہوں اور تیرے حضور بھی وہ اچھی اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کے لائق ہوں اور پھر آخرت میں سے بھی بہترین چیزیں عطا فرما اور دین میں سے بھی اس حصے پر عمل کرنے کی توفیق بخش جو سب سے زیادہ حسین ہے یعنی تعلیم کا وہ حصہ جو چوٹی کا تعلیم کا حصہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دُعا کے متعلق فرمایا:

"ہماری جماعت ہر نماز کی آخری رکعت میں بعد رکوع مندرجہ ذیل دُعا بکثرت پڑھے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۹)

کہ اے ہمارے ربّ ہمیں دُنیا کی بھی حسنہ عطا فرما اور آخرت کی بھی حسنہ عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ پس وہ احمدی جو اس فرمان سے واقف نہیں ہیں وہ شاید دُعا سے تو واقف ہوں گے لیکن یہ علم نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں یہ دُعا کتنی اہمیت رکھتی تھی۔

ایک موقعہ پر حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لئے گئے جو بیماری سے اس طرح کھوکھلا ہو چکا تھا جیسے کسی چوزے کے پَر نوچ لئے گئے ہوں اور وہ بالکل نڈھال ہو چکا ہو، آپ نے اس سے پوچھا کیا تم خدا سے کوئی خاص دُعا کرتے ہو، اُس نے عرض کی: ہاں! میں دُعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! تُو نے جو عذاب مجھے قیامت کے روز دینا ہے وہ مجھے اس دنیا میں دیدے۔ آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! تم اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ کیسا پیارا کلام ہے۔ کیسا دل کی گہرائیوں تک اُتر جانے والا (کلام ہے) سبحان اللہ! تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ خدا سے ایسی دُعا نہ مانگا کرو کہ جس کی تم میں طاقت نہ ہو۔ تم برداشت نہ کر سکو۔ فرمایا: یہ دُعا کیوں نہ کی۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ساری باتیں اس میں آ گئیں۔ جس عذابِ آخرت سے ڈرتے ہوئے تم دُعا مانگ رہے تھے اُس کا تو اِس دعا میں ذکر موجود ہے۔ یہ دُعا مقبول ہو جائے تو عذابِ آخرت کہاں؟ لیکن اس کے ساتھ یہ دُنیا کی حسنات بھی دیتی ہے۔ اور آخرت کی حسنات بھی دیتی ہے۔

پس یہ دُعائیں ہیں۔ ان کا ایک پس منظر ہے۔ کس طرح خدا کے پاک بندوں نے ان کی حکمتوں کو سمجھا۔ کس طرح ان کے متعلق تلقین فرمائی۔ جب بھی آپ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کہنے کے بعد یہ مشکل دُعا مانگتے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تو پھر اُن لوگوں کی دُعائیں بھی تو ساتھ مانگا کریں اور بعینہٖ سورۃ فاتحہ کے بعد ان دُعاؤں کے لئے قرآن کریم کی آیات پڑھنے کا وقت آجاتا ہے تو ایسی آیات کا انتخاب کریں جن آیات میں ایسی دُعائیں ہوں اور دُعاؤں کے مضمون کو اگر آپ سمجھ جائیں تو ہر ضرورت کے لئے ہر مشکل کے لئے ہر خواہش جو نیک خواہش ہے اس کو پورا کرنے کے لئے آپ کو قرآن کریم میں کوئی نہ کوئی مناسب حال دُعا مل جائے گی۔ اگر اس کے پس منظر کو سمجھ جائیں تو پھر دل میں درد پیدا ہو گا۔ سوز پیدا ہو گا اور آپ کی دُعاؤں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔ وہ ایسے چوزے کی طرح کی دعائیں نہیں ہوں گی جس کے پَر نوچے جا چکے ہوں، ایسے پرندے کی طرح دعائیں ہوں گی جو اُڑنے کی سکت رکھتا ہو اور بلند پروازی جانتا ہو اور بلند پروازی کی طاقت رکھتا ہو۔

پھر ایک دُعا ہے

جو حضرت طالوت جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جدعون تھے، اُن کی دُعا قرآن کریم نے محفوظ فرمائی ہے جو جب جالوت کی فوجوں کے ساتھ مقابلے کے لئے نکلے تو جالوت کی فوجیں بہت زیادہ تھیں اور بہت طاقتور تھیں اور اس کے مقابل پر حضرت طالوت کی فوج بہت مختصر تھی اور اس میں سے بھی بہت سے ایسے تھے جو ابتلاء پر پورا نہیں اُتر سکے اور آخر وقت تک ساتھ نہ دے سکے۔ اس لئے جو باقی بچے وہ بہت ہی تھوڑے رہ گئے، اس وقت انہوں نے ایک دُعا کی:

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى
الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ (البقرہ: ۲۵۱)

کہ اے خدا! ہم پر صبر نازل فرما، ہمیں صبر عطا فرما۔ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا اور ہمارے قدموں کو مستحکم اور مضبوط کر دے۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ اور ہمیں انکار کرنے والوں کی قوم پر فتح نصیب فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دُعا ایسی تھی جسے ہم نے فوراً قبول کر لیا۔ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ پس وہ جو عظیم شکست انہوں نے دشمن کو دی وہ محض اللہ کے اذن سے تھی ورنہ اُن میں یہ طاقت نہیں تھی کہ اتنے بھاری دشمن پر فتحیاب ہو سکتے۔

پھر قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی دعاؤں کا بھی نقشہ کھینچا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم میں باقی انبیاء کی دعائیں ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی دعائیں نہیں حالانکہ بہت سی دعائیں جن میں نام نہیں دیا گیا اور بعض ایمان والوں کی دعائیں بتائی گئی ہیں وہ دعائیں وہ ہیں جو حضرت اقدس محمد رسول اللہؐ اور آپ کے ساتھیوں کی دعائیں تھیں اور بہت سی ایسی دعائیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے خود آپ کو مخاطب کر کے سمجھائیں کہ یہ دعا مجھ سے کیا کرو۔ یہ ساری دعائیں قرآن میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں جن کا قرآن میں تفصیل سے ذکر نہیں ملتا لیکن مضمون موجود ہے اُن دعاؤں کا انشاء اللہ بعد میں ذکر کروں گا۔ ایک دعا یہ بتائی:-

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ (البقرہ: ۲۸۶)

دیکھو! محمد رسول اللہ خدا تعالیٰ کی ہر اُس چیز پر ایمان لے آئے، ہر اُس بات پر ایمان لے آئے۔ ہر اُس حکم پر ایمان لے آئے جو اُن کی طرف نازل کی گئی اور ان کے ساتھ ہی ان پر ایمان لانے والے بھی خدا کی کامل وحی پر ہر طرح سے ایمان لے آئے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پیچھے چل چل کر جن جن باتوں پر وہ ایمان لاتے گئے آپ کے صحابہ آپ کے غلام بھی اُن باتوں پر ایمان لاتے چلے گئے۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ؛ یہ سب کے سب وہ ہیں جو اللہ پر بھی ایمان لائے، ملائکہ پر بھی ایمان لائے اور کتابوں پر بھی ایمان لائے اور خدا تعالیٰ کے رسولوں پر بھی ایمان لائے اور یہ اقرار کیا۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کہ جہاں تک وحی کی عظمت کا تعلق ہے۔ جہاں تک تیرے فرمان کے احترام کا تعلق ہے ہم کسی بڑے چھوٹے رسول کی وحی میں فرق نہیں کریں گے۔ جو حکم تیری طرف سے آئے گا وہ کسی طرح ہم تک پہنچے، خواہ بڑے رسول کے ذریعہ پہنچے یا چھوٹے رسول کے ذریعہ پہنچے ہم تو تیرے حکم پر نگاہ کرنے والے ہیں اس لئے جہاں تک وحی کے احترام کا تعلق ہے۔ اس میں ہم کوئی فرق نہیں کریں گے۔ کوئی رسول زیادہ قابلِ احترام ہے اور کوئی رسول کم قابلِ احترام ہے اس بحث میں نہیں پڑیں گے اور پھر وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔

اے خدا! ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کر دی

یعنی جو کچھ ہم نے سنا اس سب پر ہم ایمان بھی لائے اور ہم اطاعت کے لئے حاضر ہو گئے اور عمل کرنا شروع کر دیا۔ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ اس لئے اب ہم تجھ سے بخشش کا حق مانگتے ہیں، بخشش کی توقع رکھتے ہیں تو ہم سے بخشش کا سلوک فرمانا۔ دیکھئے اس میں بھی کتنا انکسار ہے۔ محمد رسول اللہؐ اور آپ کے ساتھی جس کیفیت کے ساتھ خدا کی وحی پر ایمان لائے کبھی دنیا میں کوئی قوم ایسی پیدا نہیں ہوئی جس نے اس شان کے ساتھ اس خلوص کے ساتھ اس طرح مضمون کی باریکیوں کو سمجھتے ہوئے خدا کے کسی نبی کی وحی پر ایمان لایا ہو مگر یہ لوگ محمد رسول اللہؐ اور آپ کے ساتھی اس وحی پر اس کامل شان کے ساتھ ایمان لے آئے اور پھر خدا کے سب رسولوں پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، سب پر ایمان لانے کے بعد پھر اپنا یہ دستور بنا لیا کہ سُنا اور اطاعت شروع کر دی اور

مقابل پر خدا سے کیا مانگا

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا۔ اس کے باوجود ہم کسی چیز کے مستحق نہیں، ہم جانتے ہیں کہ یہ سب توفیق تیری دی ہوئی ہے، ہاں بخشش کی توقع رکھتے ہیں کہ ہم سے جو کمزوریاں ہو جائیں، غفلتیں ہوں تو ہم سے بخشش کا سلوک فرما۔ وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور ہم نے آخر تیرے پاس پہنچنا ہے۔ کوئی مفر نہیں ہے۔ لازماً ہم سب آخر تیرے حضور پہنچیں گے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا فرمایا! ہاں میں جانتا ہوں کہ تم میں سے مختلف لوگوں کو میں نے مختلف توفیق عطا فرمائی ہے۔ کسی کو زیادہ طاقتیں دی ہیں، کسی کو کم طاقتیں دی ہیں۔ چونکہ میں نے طاقتیں دی ہیں میں تم سے تمہاری طاقتوں کے مطابق سلوک کروں گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے اُن کی طاقتوں کے مطابق اور اُن کے غلاموں سے درجہ بدرجہ صدیقوں سے صدیقوں کے مطابق، شہداء سے شہداء کے مطابق اور صالحین سے صالحین کے مطابق۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ قانون یہ ہے کہ جو کچھ بھی نیکی تم سے سرزد ہو جائے گی یا ان لوگوں سے اس نیکی کی میں جزاء ضرور دوں گا مگر بدی کے متعلق احتیاط کر لوں گا کہ نیت اور پختہ نیت کا دخل ہو۔ جان بوجھ کر عمداً کی گئی ہو۔ اِكْتَسَبَتْ میں واضح نیت اور ارادے کا معنیٰ پایا جاتا ہے تو دیکھئے یہ بھی کتنا احسان اور مغفرت کا سلوک ہے، در اصل غُفْرَانَكَ کا جواب ہے۔ فرمایا: ہاں غفران کا سلوک کروں گا اس طرح کہ نیکی تم سے راہ چلتے اتفاقاً بھی ہو جائے تو میں کہوں گا کہ تمہارے حساب میں لکھ لی جائے۔ اور فرشتے تمہارے حساب میں لکھ لیا کریں گے لیکن بدی کے متعلق احتیاط کا حکم دوں گا کہ دیکھنا اس کی نیت تھی کہ نہیں۔ ارادہ تھا کہ نہیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کے ذکر میں فرمایا: وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ: ۱۱۶) ہم نے جو اُس سے مغفرت کا سلوک فرمایا تو لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا: ہم نے خوب ٹٹول کے دیکھا، اُس کی نیت میں عزم نہیں پایا جاتا تھا۔ ٹھوکر کھائی تھی۔ غفلت ہو گئی تھی۔ پس غُفْرَانَكَ کا جواب بھی ہمیں مل گیا۔

پھر وہ دعا بتائی اور تفصیل کے ساتھ اس دعا کا ذکر فرمایا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور آپ کے شاگردؓ آپ کے غلامؓ، آپ کے صحابہؓ ہمیشہ خدا کے حضور گریہ وزاری سے کیا کرتے تھے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ اے خدا! لَا تُؤَاخِذْنَا۔ ہرگز ہمارا مواخذہ نہ فرمانا۔ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے اور غلطی کر دیں تو اس کا تو کوئی کھاتہ ہی نہ رکھنا۔ اسے تو شروع سے ہی صاف کر دینا کہ ٹھیک ہے، یہ کسی شمار میں نہیں ہو گی۔ پھر رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ اور اے خدا! جہاں تک اُس اِصْر کا تعلق ہے جو تو نے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا وہ ہم پر ڈالنا ہی نہ۔

اِصْر اور حَمْل

دو مضمون ہیں جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں۔ اِصْر سے متعلق لغوی تحقیق یہ ہے۔ اَصَرَ الشَّیْءَ: کسی چیز کو توڑا مروڑا، روکا۔ کوئی چیز اتنا بڑھ گئی مثلاً درخت کی شاخیں کہ آپس میں گتھم گتھا پڑ گئیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کو خراب کرنے لگ گئیں۔ اِئْتَصَرَ الْقَوْمُ: لوگ زیادہ ہو گئے۔ اِصَارٌ اس رسّی کو بھی کہتے ہیں جو سڑک پر ٹریفک کو روکنے کے لئے لگائی جاتی تھی۔ آج کل بھی گیٹ (GATE) لگتے ہیں۔ یعنی وہ رسّی جو گاڑیوں کو موڑ دے، کو گدھے گاڑیوں کو اس زمانے میں تو گھوڑے اور خچر وغیرہ ہوا کرتے تھے تو ان کو روکتے

کے لئے ہوتی تھی کہ اپنا ٹیکس دے کر جاؤ تو یہ سارے مفاہیم ہمیں بتاتے ہیں کہ اس دُعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم پر کوئی ایسی شریعت نہ نازل فرمانا۔ بوجھ سے مراد بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کی طرف سے پابندیاں ہیں' ہرگز یہ مراد نہیں مراد یہ ہے کہ ہم پر ایسی پابندیاں نہ لگانا جن پر پابندیوں کو برداشت نہ کرکے پرانے لوگوں کی کمریں ٹوٹ گئیں اور وہ منہدم ہو گئے اور ایسی پابندیاں نہ لگانا جو تُو نے تو کم لگائی تھیں لیکن رفتہ رفتہ لوگوں نے بڑھانی شروع کر دیں اور

سیدھے سادے دین کو گنجلیں بنا دیا۔

چنانچہ وہ جو قرآن کریم میں دوسری جگہ آتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم لوگوں سے اُن کے اِصْر دُور فرماتا ہے۔ جن بوجھوں میں وہ مبتلا ہوئے ہیں کہ جو زائد رسم و رواج ان کے گلوں کے طوق بن گئے ہیں۔ وہ اُن سے اُن کو رہائی دلاتا ہے تو یہ وہ مضمون ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں کے رستے پر نہ چلانا جن کی تعلیمات اُن کے لئے رفتہ رفتہ اِصْر بن گئیں۔ اس میں اضافے ہونے شروع ہو گئے، رسم و رواج پیدا ہو گئے۔ ایسی مشکل بنا دی گئیں کہ پھر اُن پر عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور پھر ایسے بھی لوگ تھے جن کی تعلیمات رفتہ رفتہ ٹیکس کی وصولی کی طرح بوجھل اور قابل نفرت بن گئیں۔ جب اُن سے اُن تعلیمات پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا جاتا تھا تو سننے والے یہ سمجھتے تھے کہ یہ کیا مصیبت ہے۔ یہ ویسی ہی کیفیت ہے جیسے گذشتہ کچھ عرصہ پہلے ضیاء الحق صاحب نے نماز فرض کر دی تھی۔ ایک تو خدا نے فرض کر رکھی تھی .. ہم اسلامی پہلے سے ایک ضیاء صاحب نے اس کے اوپر پھر فرض فرما دی اور اس وقت کی جو کیفیت لوگ مجھے لکھا کرتے تھے وہ بالکل وہی تھی جو مَیں بیان کر رہا ہوں کہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ تو ٹیکس پڑ گیا ہے۔ اس کی ادائیگی سے جس طرح ہو سکے بھاگو۔ جو خدا کی فرض کردہ نمازیں پہلے پڑھتے تھے وہ تو اسی طرح پڑھتے رہے اُن کو تو کوئی فرق نہیں پڑا۔ لیکن ایک بڑی تعداد وہ تھی جو اِصْر سمجھ کر نمازوں کو پڑھتے تھے اور ان کا رجحان یہ تھا کہ گویا اُن پر ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے تو دیکھیں کتنی اچھی دُعا سکھا دی۔ فرمایا: اے خدا تیری تعلیم کو تو ہم قبول کریں گے لیکن ہم تجھ سے کچھ گزارشات کرتے ہیں۔ ہم ہر چیز پر ایمان لے آئے۔ یہ عہد کر بیٹھے ہیں جو سُنیں گے اُس کی اطاعت کریں گے۔ لیکن اب ہمارے ساتھ ذرا ایک code of contract طے ہو جائے۔ ایک ایسا طریق کار واضح ہو جائے جس پر ہم سے تیرا معاملہ ہوگا۔ ایک یہ کہ خطا تو شمار میں ہی نہیں آئے گی۔ بھول چُوک معاف۔ پرانے لوگوں کی غلطیاں دوہرانے کی تو ہمیں توفیق ہی نہیں بخشے گا۔ ہم تیری تعلیم کو ہرگز اپنے لئے بوجھ نہیں بننے دیں گے اور نہ تیری تعلیم کو بوجھ شمار کریں گے* پھر اس کے بعد کیا ہے رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ اس کے باوجود ہمیں پتہ نہیں کہ پھر بھی کیا کیا ہونے والا ہے۔ جہاں تک گذشتہ تاریخ کے سبق ہیں وہ تو ہم نے حاصل کئے لیکن اپنی کمزوریوں سے ہم پھر بھی واقف نہیں ہیں۔ وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ تُو نے وعدہ فرمایا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ پس اسی وعدے کو یاد دلاتے ہیں اور

* اور ٹیکس شمار کریں گے۔

پھر یہ تاکیداً عرض ہے

کہ ہم میں جتنی طاقت ہے اُس سے زیادہ ہم پر بوجھ نہیں ڈالنا۔ طاقت دیکھ کر بوجھ ڈالنا اور اس کے بعد پھر بعد میں کیا سلوک ہو۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا۔ اے خدا عفو کا سلوک فرمانا۔ پھر بھی گناہ ہوں گے تو تُو دیکھنا ہی نہ گویا گناہ ایک طرف ہو رہے ہیں اور تیری نظریں دوسری طرف ہیں۔ وَاغْفِرْ لَنَا اور جو گناہ تیری نظر کے سامنے آ جائیں ویسے تو ہر چیز پر خدا کی نظر ہے لیکن ایک اسلوب بیان ہے۔ جس طرح بعض لوگ علم کا سلوک کرنے والے مغفرت کا سلوک کرنے والے عفو سے آغاز کرتے ہیں اور کوشش کرتے رہتے ہیں کہ کوئی بُرائی نظر کے سامنے ہی نہ آئے۔ بُرائی کو اس وقت دیکھتے ہیں جب پکڑنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کا بھی یہی طریق تھا۔

مجھے یاد ہے بچپن میں

آپ جب گھروں میں آیا کرتے تھے تو ہم بچپن کی کئی قسم کی بیہودہ حرکتیں کیا کرتے تھے تو آپ اس طرح غفلت کی نظر سے دیکھتے ہوئے گزرتے تھے جیسے پتہ ہی نہیں لگا اور اُس وقت دیکھتے تھے جب پکڑنے کا ارادہ ہو۔ جب سمجھیں کہ اب معاملہ کچھ ہاتھ سے بڑھتا چلا گیا ہے لیکن خدا سے یہ دُعا نہیں ہے کہ ہمیں اس وقت گناہوں میں دیکھنا جب پکڑنے کا ارادہ ہو۔ فرمایا جب دیکھنا تو بخشش کے ارادے سے دیکھنا۔ جب پکڑے جائیں' بات کھل جائے تو فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اور رحم فرمانا۔ استحقاق کوئی نہیں۔ بار بار کی غلطیاں ہوں گی۔ تیرے حضور حاضر ہوں گے کچھ لے کر نہیں حاضر ہوں گے۔ ایسے اقرار بار بار توڑ چکے ہوں گے جو تیرے حضور مضبوطی سے باندھے ہوئے ہوں گے۔ کئی دفعہ توبہ کی ہوگی۔ ایسی صورت میں رحم کا سلوک فرمانا۔ کہنا: بڑے کمزور عاجز انسان ہیں ان کا کام ہی یہی ہے' غلطیاں کرنا۔ جیسا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ایک فارسی کا الہام

بھی بیان کیا جاتا ہے کہ

ایں مشتِ خاک را گر نہ بخشم چہ کنم

کہ اس خاک کی مُٹھی کو مَیں بخشوں نہ تو کروں کیا۔ اس انسان کی حیثیت کیا ہے؟ اتنا کمزور' اتنا ناقص' بار بار گناہوں میں مبتلا ہونے والا۔ چلو دفع کرو اس کو' بخشش ہی دو۔ خاک کی مُٹھی ہی تو ہے تو یہ معنی وَارْحَمْنَا کے ہیں کہ اے خدا! پھر یہ کہہ دینا کہ چلو رحم ہی کر لیتے ہیں۔ کچھ نہیں۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا۔ یہ بات یاد رکھنا کہ ہمارا مولا تو ہے۔ اس لفظ میں ساری دُعا کے درد کو سمو دیا گیا ہے اور

دُعا کی قبولیت کا راز

بیان فرما دیا گیا ہے۔ فرمایا: ان سب حالتوں کے باوجود ہوئے تیرے ہم نے کسی اور طرف نہیں دیکھا۔ اپنی تمام کمزوریوں اور گناہوں کے باوجود تجھ سے اس معنوں میں وفا کی ہے کہ اپنا مولا صرف تجھے سمجھا ہے اور کسی اور کو نہیں سمجھا۔ پس جب مولا تو ہے تو جائیں کہاں؟ دیکھئے وہی دُعا ہے ناں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہ اے خدا جب تیری عبادت کرتے ہیں' کسی اور کی کرتے ہی نہیں تو مدد کس سے مانگیں؟ اور ہے کون؟ سے

ہم تیرا در چھوڑ کے جائیں کہاں چینِ دل آرامِ جاں پائیں کہاں

اور کچھ بھی نہیں ہے۔ پس مَوْلٰنَا نے وہ راز کھول دیا کہ کیوں ایسی عجیب و غریب سی دُعائیں مانگو' جن میں کوئی منطق نظر نہیں آتی۔ کیونکہ خدا تم سے یہ سلوک کرتا چلا جائے۔ یہ عرض کرنا کہ اے خدا! ہمارا مولا تُو ہے۔ اگر ہم نے کسی اور کو مولا بنالیا تو پھر اِن دُعاؤں کا ہمیں استحقاق نہیں رہے گا۔ پس یہ دُعا مقبول تب ہو گی اگر آپ کا مولا خدا ہی ہو۔ اگر ضرورت اور مصیبت کے وقت دوسروں کی طرف نہ بھاگیں اگر شرک میں مبتلا نہ ہوں' اگر مولا دنیا والے بنائے ہوئے ہوں اور دُعا محمد رسول اللہؐ والی کریں کہ جن کا مولا خدا کے سوا کوئی بھی نہیں تھا تو ایک بے محل دُعا ہو گی۔ اس کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ - پس انکار کرنے والوں اور ناشکری کرنے والوں پر تو ہمیں نصرت عطا فرما کیونکہ ہمارا مولا تو ہے - اور تیرے سوا اور کوئی مولا نہیں -

پھر یہ دُعا سکھائی -

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ٥ (سورۃ ال عمران : ۹)

یہ دُعا رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کی دُعا کے طور پر سکھائی گئی ہے جو محکمات اور متشابہات دونوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں - كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ - یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے - اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ بغیر اس مضمون کو سمجھے اگر یہ دُعا کرتے رہیں کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا جیسا کہ بعض کتب میں قرآنی دعائیں لکھی ہوئی ہیں اور پس منظر بیان نہیں ہوا تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی دُعا کا تیر خالی چلا جائے اور آپ کو علم نہ ہو کہ کیوں خطا ہوا - کیوں نشانے پر نہیں بیٹھا - فرمایا یہ دُعا ان لوگوں کی طرف سے مقبول ہوتی ہے جو متشابہات پر بھی ایمان لاتے ہیں اور محکمات پر بھی ایمان لاتے ہیں - قرآن کریم کی آیات ہوں یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کلام ہو یا دوسرے اولوالامر کی اطاعت کا مسئلہ ہو یہ سلوک نہ کرنے والے ہوں کہ جو بات کھلی کھلی دلیل کے ساتھ سمجھ آجائے اس پر تو شرح صدر کے ساتھ ایمان لے آئیں اور جہاں ذرا بھی شک کا کوئی پہلو دیکھیں وہاں شکوں میں مبتلاء ہو جائیں ' توہمات میں مبتلا ہو جائیں - شاید یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی - شاید یہ بات پوری نہیں ہوئی - یہاں زیادہ سختی ہو گئی ہے - یہاں ہمارے مزاج کے خلاف بات ہو گئی ہے - یہ متشابہات ہیں تو فرمایا اگر تم متشابہات پر ایمان نہیں لاتے اور متشابہات کو شرح صدر کے ساتھ قبول نہیں کرتے - اگر میٹھا میٹھا کھانے کی عادت ہے اور ہلکا سا مزا بدلے تو تھوک دینے کے عادی ہو تو پھر یہ دُعا کرتے ہوئے ہمارے حضور حاضر نہ ہونا - ہم تو یہ دُعا تمہیں ایسے لوگوں کی دُعا کے طور پر بتا رہے ہیں جو رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ تھے - جو محکمات پر بھی کامل ایمان لاتے تھے اور متشابہات پر بھی کامل ایمان لاتے تھے - پھر وہ کیا کہتے تھے - رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا - اب دیکھیں کتنی موزوں اور برمحل دُعا ہے اور اس کا پس منظر جاننا کتنا ضروری ہے - دُعا یہ ہے کہ اے خدا!

ہمارے دلوں کو ایک دفعہ ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کرنا

یا ٹیڑھا نہ ہونے دینا - وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً - اپنے حضور سے ہمیں رحمت عطا فرمانا - ہم سے رحمت کا سلوک کرنا - اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ - یقیناً تو بہت ہی زیادہ رحمت کا اور موہبت کا' بخشش اور پیار کا سلوک کرنے والا ہے - اب یہ دُعا اُن لوگوں کے حق میں قبول نہیں ہو سکتی جو ہر اس مقام پر جہاں دل ٹیڑھے ہونے کے احتمالات پیدا ہوتے ہیں ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور خود اپنے دلوں کو ٹیڑھا ہونے دیتے ہیں - فرمایا جو رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ہیں وہ ایسا نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود جانتے ہیں کہ خدا سے طاقت پائے بغیر وہ اِن ابتلاؤں سے صحیح سالم گزر نہیں سکتے - اُن کو دعاؤں کی پھر بھی ضرورت ہے - پس متشابہات سے ٹھوکر نہیں کھاتے لیکن جانتے ہیں کہ دُعا کے سہارے کے بغیر ہر وقت خطرے میں ہیں - پس اگر تم متشابہات سے ثابت قدمی سے گزرنے کی اہلیت رکھتے ہو اور بار بار شکوں کے ذریعہ اپنے ایمان کو ضائع نہیں کرتے تو پھر یہ دُعا کرو' پھر تمہارے ایمان کو نئی طاقت نصیب ہو گی پھر تمہیں مشکل مقامات پر لڑکھڑانے کی جگہوں پر خدا کی طرف سے سہارے دیئے جائیں گے اور نئی طاقتیں عطا کی جائیں گی - پھر تمہیں ہر خطرے کے مقام سے گرنے سے بچا لیا جائے گا -

رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ع (سورۃ آل عمران ۱۰)

اے خدا! تو ایک ایسے دن کے وقت ہم سب کو اکٹھا کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں - اب

دیکھیں کتنی پُر حکمت بات ہے -

اس مضمون سے اس فقرے کا کتنا گہرا تعلق ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے - فرمایا: رَیب کی بات علیحدہ ہی تھی کہ اے خدا! وہ لوگ جو متشابہات کے وقت شک نہیں کرتے اُن کے ساتھ شامل ہو کر یہ دُعا کیا کرو کیونکہ بالآخر ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں کوئی شک باقی نہیں رہے گا - جن باتوں کو تم آج نہیں سمجھ سکے وہ کل تمہارے سامنے کھول دی جائیں گی اور جب وہ کھول دی جائیں گی تو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ تم کتنی غلط پر تھے - اس لئے استغفار سے کام لیتے ہوئے دُعاؤں کے ذریعہ ان ٹھوکروں سے بچنے کی کوشش کرو جن کا حال ایک ایسے دن پر کھول دیا جائیگا جس کے متعلق وہ دُعا کرنے والے خود عرض کرتے ہیں کہ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ : اس دن ساتھ ربوبیت کا سلوک فرمانا جس دن سب دُنیا اکٹھی ہو گی اور اس دن میں کوئی شک والی بات نہیں ہو گی -

یہاں دو معنی ہیں -

وہ دن شک سے بالا ہے یعنی لازماً ایسا ایک دور آنے والا ہے جس میں یہ باتیں ہوں گی اور اس دن کوئی شک والی بات نہیں ہو گی' سب پردے اُٹھا دیئے جائیں گے -

پھر سورۃ ال عمران آیت ۱۷ میں متقیوں کی دُعا کے طور پر یہ دُعا سکھائی : رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اے خدا! ہم ایمان لے آئے - پس ہمارے گناہ بخش دے - وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ : اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا -

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ نے خود یہ دُعا سکھائی :

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥

(سورۃ ال عمران : ۲۷ : ۲۸)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تو مجھ سے یوں مخاطب ہوا کر' مجھ سے یہ دُعا کیا کر کہ

اے ہمارے اللہ! تو ملک کا مالک ہے

یعنی ہر قسم کی ملکیت جس کا تصور کیا جا سکتا ہے وہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہے - تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ : اور دُنیا کی بادشاہتیں بھی اور آخرت کی بادشاہتیں بھی تیری طرف سے عطا ہوتی ہیں - جس کو جو چاہے جس طرح چاہے تو عطا فرما دے خواہ وہ اس دُنیا کا ملک ہو یا آخرت کا ملک ہو - وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ : لیکن تو چھیننے کی بھی طاقت رکھتا ہے - جب چاہے کسی کو نااہل قرار دے کر اُس سے اپنا عطا کردہ ملک واپس لے لے - وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

تو جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے

اور جس کو چاہتا ہے اُسے ذلیل ہونے دیتا ہے لیکن بِيَدِكَ الْخَيْرُ! تیرے ہاتھ میں خیر ہے - بھلائی ہے - تیری طرف سے کسی کو ذلت نہیں پہنچتی - تو ذلیل ہونے دیتا ہے - یعنی اگر وہ

خود ذلیل ہونا چاہتا ہے تو بعض دفعہ تو فیصلہ فرما لیتا ہے کہ اچھا پھر ہم تجھے ذلیل ہونے دیں گے اور پھر وہ ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک تیرے ہاتھ کا تعلق ہے یہ ہاتھ خیر کا ہاتھ ہے یہ بُرائی کا ہاتھ نہیں ہے۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور تو ہر چیز پر قادر ہے جو تو چاہتا ہے اور چونکہ تو بھلائی چاہتا ہے اس لئے ہم تجھ سے بھلائی ہی کی توقع رکھتے ہیں۔ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ زمانے ادلتے بدلتے رہتے ہیں راتیں دنوں میں داخل ہو جاتی ہیں اور دنوں کو تو راتوں میں داخل فرما دیتا ہے جب چاہے راتوں کو دنوں میں داخل فرماتا ہے دنوں کو راتوں میں داخل فرما دیتا ہے۔ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور اسی طرح تو زندوں کو مُردوں میں داخل کر دیتا ہے اور مُردوں کو زندوں میں داخل فرما دیتا ہے۔ پس ہر آن تیرا فضل ہی ہے جو ہمیں ہمیشہ صحیح رستے پر قائم رکھے اور مُردوں سے زندوں میں داخل ہونے والے ہوں نہ کہ زندوں سے مُردوں میں داخل ہونے والے۔ اسی طرح ہمارے زمانے راتوں سے روشنیوں میں تبدیل ہونے والے ہوں، روشنیوں سے راتوں میں تبدیل ہونے والے نہ ہوں۔ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ: اور تو جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے اُسے رزق عطا فرماتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اس دُعا کے متعلق فرمایا کہ جو شخص سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتا ہے پھر آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے پھر آل عمران کی اُس آیت کی تلاوت کرتا ہے جس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران: ۱۹)

شَهِدَ اللّٰهُ: اللہ تعالےٰ اس بات کا گواہ ہے اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ: اور فرشتے بھی اس بات کے گواہ ہیں اور اُولُوا العلم: اور

جتنے صاحبِ علم لوگ ہیں

وہ بھی اس بات کے گواہ ہیں۔ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ: خدا تعالےٰ اور خدا تعالےٰ کی اطاعت کرنے والے سارے ہمیشہ انصاف پر قائم رہتے ہیں اور وہ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

اِس آیت کی تلاوت کرتے ہیں اور پھر یہ دُعائیں جتنے ہیں جو ابھی میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے فرمایا: جو شخص بھی ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعائیں کرے گا اُس کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے جنّت بطور ماویٰ مقدر کر دی ہے۔ اور اسے جنّت الفردوس میں سکونت عطا کروں گا اور ہر روز ۷۰ مرتبہ اسے اپنے دیدار سے مشرّف کروں گا۔ یہاں لفظ ۷۰ جو ہے اس کے متعلق بتانا ضروری ہے کہ

عربوں میں یہ ایک عدد ہے

جو کثرت کی علامت ہے یعنی کثرت سے میں اُسے دیدار نصیب کروں گا۔ تو عرب اسے یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ ۷۰ مرتبہ۔ تو اس سے مراد ظاہری طور پر ۷۰ نہیں ہے۔ بعض تو اُن جنّتوں میں ایسے بھی ہوں گے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو ہمیشہ دیدار کی حالت میں ہی رہیں گے اور دعا تو یہی ہے جو نسخہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے

فراخیٔ رزق کا نسخہ

بھی بیان فرمایا ہے۔

پس وہ لوگ جو مختلف قسم کی تنگیوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو اسی ترتیب سے یہ دُعا کرنی چاہیئے جس کا آخری ٹکڑا یہ ہے۔ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ تو ان سب دُعاؤں سے گزرنے کے بعد جب آپ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ تک پہنچیں گے تو اللہ تعالےٰ آپ کی اس دُعا کو باقی سب دُعاؤں کی برکت سے بھی قبول فرمائے گا۔ اور آپ کے رزق میں فراخی عطا فرمائے گا۔

اب چونکہ وقت زیادہ ہو رہا ہے اس لئے ایک دو دُعاؤں کے بعد میں پھر اس مضمون کو سر دست ختم کرتا ہوں لیکن یہ ایسا مضمون ہے جسے بہر حال قسطوں میں جاری رکھنا پڑے گا کیونکہ جب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دُعا کی گفتگو چل پڑی ہے اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی باتیں شروع ہو گئیں تو

جماعت کو جب تک یہ نہ پتہ چلے

کہ وہ رستہ کیا تھا؟ کس طرح اُس رستے پر چلنے کی اُن کو توفیق ملی؟ کس طرح اُس رستے پر چل کر وہ صاحبِ انعام لوگ بنے؟ اُس وقت تک خالی منہ سے یہ باتیں کہہ دینا بے معنی بات ہے۔ بے معنی تو نہیں برکتیں کچھ نہ کچھ تو ملتی ہوں گی لیکن جتنی برکتوں کی توقع کی جا سکتی ہے وہ برکتیں اس طرح نصیب نہیں ہو سکتیں جب تک اس دُعا کی ذیل میں وہ دعائیں ہی معلوم نہ ہوں جو دُعائیں کرتے ہوئے خدا کی راہ میں چلنے والے قافلے عمر بھر اپنا سفر طے کرتے رہے اور ہمیشہ کامیابی کے ساتھ سفر طے کیا۔ ان دُعاؤں کے سہارے اُن کو ہر ٹھوکر سے بچایا گیا۔ ہر ابتلاء سے وہ سرخرو ہو کر نکلے اور خدا کے حضور مکرّم اور محترم ٹھہرے۔

خدا نے خود ان کی حمد بیان فرمائی

اور خدا کے فرشتوں نے بھی اُن پر درود بھیجے۔ یہ وہ رستہ ہے جس کا تفصیل سے جماعت کو علم ہونا چاہیئے لیکن آخر پر میں حضرت زکریاؑ کی یہ دُعا آپ کے سامنے رکھتا ہوں کیونکہ آج کل خاص طور پر مجھے بہت سی خواتین کے اور بعض مَردوں کے بھی خط مل رہے ہیں کہ اس رمضان میں خاص طور پر ہمارے لئے بیٹے کی دُعا کرنا۔ اِن خطوں کا حضرت زکریا کی دُعا سے ایک گہرا تعلق اس لئے بھی ہے کہ یہ وقفِ نَو میں شمولیت کے شوق رکھنے کے نتیجے میں دُعاؤں کے خط لکھ رہے ہیں۔ اکثر خط یہ ہیں کہ ہماری شدید تمنا ہے کہ ہم بھی وقفِ نَو کی تحریک میں شامل ہو جائیں اگرچہ وقت گزر چکا ہے۔ لیکن خدا کے لئے ہمیں شامل کریں اور دُعائیں کر کر کے شامل کروائیں۔ ایک صرف شامل کرنے کی درخواست نہیں ہے بلکہ اونٹ بھی دیں، سامان بھی دیں اور پھر اس کو لاد بھی دیں تو یہ اکیلے میرے بس کی بات نہیں ہے ساری جماعت اس دعائیں ساتھ شامل ہو، مدد کرے تو پھر اللہ تعالےٰ جس پر رحم فرمائے اس پر رحم ہوگا اور خدا ان مخلصین کی جھولیاں پھر اپنی رحمتوں سے بھرے گا اور پھر وہ ان جھولیوں کو بھر بھر کر دوبارہ خدا کے حضور پیش کریں گے۔

حضرت زکریا کی دُعا

کا آغاز اس طرح ہوا کہ قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ وہ جب بھی حضرت مریمؑ کے حجرے میں آپ کا حال پوچھنے جایا کرتے تھے۔ (حضرت مریمؑ نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی ان کی والدہ نے ان کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کو وقف کر دیا تھا اور بعد میں حضرت زکریاؑ کی تحویل میں ان کی تربیت کے لئے دیا گیا تھا) تو حضرت زکریاؑ وقتاً فوقتاً حجرے میں ان کا حال پوچھنے جایا کرتے تھے اور وہاں مختلف قسم کے رزق دیکھتے تھے۔ عام طور پر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ غیب سے بغیر کسی انسانی واسطے کے وہاں کئی قسم کے تحفے پہنچے ہوتے تھے لیکن حضرت زکریاؑ کی دُعا سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات نہیں تھی کچھ اور بات تھی۔ حضرت مریمؑ کو

نیکی کی وجہ سے کچھ لوگ تو جیسا کہ دنیا میں رواج ہے دعائیں دینے کے لئے محبت کے اظہار کے لئے تحائف پیش کیا کرتے تھے اور چونکہ حضرت مریمؑ اسے اپنی ذاتی خوبی نہیں سمجھا کرتی تھیں ہمیشہ پوچھنے پر یہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ہے میرا تو اس میں کچھ نہیں ہے۔ نہ میں نے مانگا نہ توقع کی۔ لوگوں کے دلوں میں خدا نے خود محبت پیدا فرمادی۔ اور پھر وہ تحفے جو پیش کرتے رہتے ہیں تم دیکھ رہے ہو اور دوسری مراد یہ تھی اس رزق سے کہ روحانی رزق پاتے تھے۔ خدا اُن سے رحمت اور مغفرت کا بھی سلوک فرماتا تھا اور اُن پر کشوف کے ذریعے یا الہامات کے ذریعے یا سچی رؤیا کے ذریعے رجوع برحمت ہوتا تھا، اپنی رحمت کا بار بار اظہار فرماتا تھا تو جس طرح عام طور پر

بعض نیک گھروں میں مشاہدے میں بات آتی ہے

کہ بعض بچوں سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ کیا خواب دیکھی؟ کیا خدا کی طرف سے رحمت کا نشان ملا؟ تو وہ نئی نئی باتیں بتاتے ہیں تو حضرت مریمؑ بھی اپنی معصومیت اور بھولے پن میں اس وقت جو بھی گزشتہ رات کے واقعات ہوا کرتے تھے وہ بتایا کرتی تھیں کہ خدا نے مجھ سے یہ فرمایا۔ مجھ سے یہ فرمایا۔ اس طرح رحمت کا سلوک فرمایا۔ اس طرح پیار کا اظہار فرمایا تو حضرت زکریاؑ جو خود نبی تھے وہ رشک کرتے تھے۔ رشک اس بات پر نہیں کرتے تھے کہ مجھے مریمؑ کی طرح کچھ عطا نہیں ہوا۔ رشک اس بات پر کرتے تھے کہ مریمؑ ایک ماں کی دعا کا نتیجہ ہے اور اس دعا کے نتیجے میں پاک اولاد ہے۔ میں پاک اولاد سے محروم ہوں۔

کاش! میں بھی یہ فخر کرسکوں

کہ میری اولاد بھی اس طرح نیک ہو اور اس طرح خدا سے رزق پانے والی ہو۔ اگر یہ مضمون درست نہ ہو تو اگلی دعا کا اس سے تعلق ہی کچھ نہیں بنتا تو درحقیقت یہی وہ بات تھی جس نے حضرت زکریاؑ کو خدا سے یہ دعا کرنے کی طرف متوجہ کیا۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (۳۹)

(ال عمران: ۳۹)

اس وقت جب حضرت زکریاؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو دل سے ایک ہوک سی اٹھی اور اپنے رب سے اس نے عرض کیا:

رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ

اے خدا! مجھے بھی خالص اپنی جناب سے پاک ذریت عطا فرما

إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔

اس کے بعد پھر اس دعا کی مختلف الفاظ میں تکرار ہوگی جو ایک عجیب پُر درد مضمون رکھتی ہے چونکہ میں نمبر کے لحاظ سے چل رہا ہوں اس لئے یہاں بیان کرنے کی بجائے جب وہ موقعہ آئے گا تو پھر میں آپ کے سامنے بیان کرواؤں گا۔ پہلے تو میرا خیال تھا کہ یہ مضمون ایک ہی خطبہ میں ختم ہو جائے گا مگر یہ جاری رہے گا۔

پس وہ عبادت کرنے والے جو مسافر گاڑی میں مستقل سوار ہیں، اُن کے لئے تو کوئی مشکل نہیں۔ وہ تو ساتھ چلتے رہیں گے اور یہ باتیں سیکھتے رہیں گے اور اُن سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور

عبادت کے نئے نئے گُر

سیکھتے رہیں گے اور اُن کی مشکل کشائی ہوتی چلی جائے گی لیکن جو لوگ اُتر گئے ہیں یا اُتر جائیں گے جہاں تک آپ کو توفیق ہے اگر آپ اُن سے واقف ہیں۔ کبھی اُن سے ملتے ہوں تو اُن کو بھی بتاتے رہیں ہوسکتا ہے یہ باتیں سن سن کر جس طرح حضرت زکریا

سے کے دل میں نیک بات دیکھ کر یا خدا کے خاص فضل کو دیکھ کر ویسا ہی فضل طلب کرنے کی تمنا پیدا ہوئی تھی۔

میری دعا ہے اور میری تمنا ہے

کہ اسی طرح جب آپ اُن لوگوں تک یہ باتیں پہنچائیں جو آج کے سٹیشن سے آپ کو رخصت کرکے واپس ہونے والے ہیں تو اُن کے دل میں یہ تحریک پیدا ہو کہ وہ مستقل آپ کے سفر کے ساتھی بن جائیں اور اس طرح یہ جمعہ ایک ایسی خیر پیچھے چھوڑ جائے جو وداع ہونے والی خیر نہ ہو، جو رخصت ہونے والی خیر نہ ہو بلکہ ہمیشہ زندگی کا جزو بن جانے والی خیر، زندگی کے ساتھ وفا کرنے والی خیر، ایسی خیر بن جائے جس سے کبھی پھر وداع نہیں ہوا کرتا، وہ ہمیشہ ساتھ رہا کرتی ہے۔

جماعت احمدیہ مسکرا میں

رمضان المبارک کے لیل و نہار

مکرم مولوی شمشاد احمد صاحب مبلغ سلسلہ مسکرا تحریر فرماتے ہیں کہ گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے رمضان المبارک کے مہینے میں افراد جماعت مسکرا نے اس کی روحانی برکات اور مخصوص عبادات سے بھرپور حصہ لیا

پروگرام کے مطابق ہر روز بعد نماز فجر قرآن کریم کا درس دیا جاتا رہا اور اکثر قرآن مجید کے درس کے بعد حدیث شریف کا درس بھی ہوتا رہا اسی طرح بعد نماز عشاء نماز تراویح کا بھی انتظام کیا گیا تھا جس میں مردوں کے علاوہ کثیر تعداد میں مستورات بھی شامل ہوتی رہیں اس طرح مخصوص ایام میں مسکرا جماعت کے احباب کی طرف سے مسجد میں اجتماعی افطار کا بھی اہتمام ہوتا رہا۔

۲۹ رمضان المبارک کو جماعتی روایت کے مطابق اجتماعی دعا کروائی گئی خدا کے فضل و کرم سے ان تمام پروگراموں میں احباب و مستورات ذوق و شوق سے شرکت کرتے رہے اسی طرح ماہ رمضان میں غرباء و مساکین کا بھی خاص خیال رکھا جاتا رہا اور ان کی ہر طرح کی امداد کی جاتی رہی اسی طرح حضور پر نور کے ویڈیو کیسٹس بھی احباب کو سنائے جاتے رہے۔

مورخہ ۱۷ اپریل بروز بدھ عید الفطر نہایت شاندار رنگ میں منائی گئی چنانچہ رمضان کے اختتام پر عید کا تہوار منائے جانے کی بابت خاکسار نے مختصراً خطاب کیا بعدہ حضرت خلیفۃ المسیح کا خطبہ عید الفطر پڑھ کر سنایا اور اجتماعی دعا کے بعد احباب نے ایک دوسرے کو عید کی مبارکباد دی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی کو قبول فرمائے۔

درخواست ہائے دعا

• میرا چھوٹا لڑکا CRPF میں بھرتی ہو کر آسام گوہاٹی ٹریننگ میں روانہ ہو گیا ہے۔ دعا کی گزارش کرتا ہوں کہ خداوند کریم خاص فضل فرمائے تاکہ ہمت حوصلہ کے ساتھ ٹریننگ پورا کر سکے اور ملک کا جانباز سپاہی بنے۔
عزیز کی طبیعت خراب تھی اس کی شفایابی کے لئے درخواست دعا ہے۔
شیخ نبی اسمٰعیل کیرنگ حال مو بھنڈار

• مکرم عبدالحئی صاحب ہمتھ آباد تحریر کرتے ہیں کہ چار ماہ کی بیماری سے اٹھا ہوں اور کمزوری بہت ہے سخت مشکلات میں مبتلا ہوں۔ دردمندانہ دعا کی درخواست ہے۔

خلافت

مختصر تاریخ ۔ سو سالہ اختلاف خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت

(دورِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۸۸۰ء تا ۱۹۰۸ء)

تقریر محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نائب ناظم وقفِ جدید بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۹۰ء

(۱) ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمل)

ترجمہ :۔ اے لوگو ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے اُسی طرح جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

(۲) ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورہ نور)

ترجمہ :۔ اللہ تعالےٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اُس نے اُن کیلئے پسند کیا ہے وہ اُن کے لئے اُسے مضبوطی سے قائم کر دیگا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ اُن کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔ اور جو لوگ اُس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

مذکورہ آیات میں مضمون خلافت بیان کیا گیا ہے۔ قرآن میں دو طرح کی خلافت کا ذکر ہے۔ ایک تو خلافت بمعنی ماموریت و نبوت جیسے آدم علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کی خلافت دوسری خلافت وہ ہے جس میں نبی کی وفات کے بعد خدا تعالےٰ اپنی سنّت کے مطابق اُس کی جماعت کے قابل اور اہل لوگوں میں سے یکے بعد دیگرے اُن کے جانشین بنا کر اُس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع خلیفہ ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پطرس اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سلسلہ خلافت تمام سابقہ نبیوں کی نسبت زیادہ شان اور آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوا۔ خلافت نبوت کا تتمہ ہوتی ہے۔ آیاتِ مذکورہ بالا میں مؤخر الذکر خلافت کا مشروط وعدہ ہے۔ جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بھی ہے ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ چنانچہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام نے اپنی کتاب رسالہ الوصیت میں تحریر کیا ہے کہ

”میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔“

غرضیکہ اپنے دعوؤں کی رو سے مشہور کا دعویٰ مسیح موعود و مہدی معہود کا ہے۔ جس کے لئے خاتم الخلفاء اور اُمتی نبی ہونا بھی ضروری تھا اور آپ کے بعد حسب ضرورت مذکورہ بالا خلافتِ راشدہ کا قیام عمل میں آیا۔

اپنے دعویٰ کو پرکھنے کے دلائل

آپ نے فرمایا :۔

”منہاجِ نبوت پر اِس سلسلہ کو آزمائیں .... ۔ میں اپنے دعویٰ کو منہاجِ نبوت کے معیار پر پیش کرتا ہوں۔ ہر ایک طالبِ حق کا حق ہے کہ وہ ہم سے ہمارے دعویٰ کا ثبوت مانگے۔ اِس کے لئے ہم وہی پیش کرتے ہیں جو نبیوں نے پیش کیا۔ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ۔ عقلی دلائل یعنی موجودہ ضرورتیں جو مصلح کے لئے مستدعی ہیں پھر وہ نشانات جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے۔ میں نے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے اُس میں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات دیئے ہیں جن کے گواہ ایک نوع سے کروڑوں انسان ہیں۔ بیہودہ باتیں پیش کرنا سعادتمند کا کام نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ حکم ہو کر آئیگا۔ اُس کا فیصلہ منظور کرو۔ جن لوگوں کے دل میں شرارت ہوتی ہے وہ چونکہ ماننا نہیں چاہتے ہیں۔ اِس لئے بیہودہ حجتیں اور اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ آخر خدا تعالےٰ اپنے وعدہ کے موافق زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں افترا کرتا تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا۔ مگر میرا سارا کاروبار اُس کا اپنا کاروبار ہے۔ اور میں اُسی کی طرف سے آیا ہوں۔ میری ہلاکت اُس کی تکذیب ہے۔ اِس لئے وہ خود میری سچائی ظاہر کر دیگا۔“

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۴-۳۵)

وہ اختلافی مسائل جن کی اصلاح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہوئی!

قرآن میں پیشگوئی تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمان قرآن کو پس پشت ڈال دیں گے۔ چنانچہ ظہور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت یہی صورتِ حال تھی اور آپ کے ذریعہ ہی اُن کی اعتقادی و عملی اصلاح مقدر تھی جن جن مسائل کی آپ نے اصلاح فرمائی اور جن کے بارہ میں آپ کی بہت مخالفت ہوئی مختصر طور پر اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے قبل مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام واقعہ صلیب کے وقت جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے۔ اِس زمانہ میں وہی زمین پر جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر یہ دعویٰ فرمایا اور دلائل سے سمجھایا کہ یہ عقیدہ غلط ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام زندہ ہیں۔ پیشگوئیاں استعاروں سے ظاہر مراد نہیں لیتے اور یہ کہ آپ کو خدا نے اُن کا مثیل بنا کر بھیجا ہے یہ حقیقت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) :۔ مہدویت کا دعویٰ :۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی دعویٰ فرمایا کہ اسلام میں ایک مہدی کے ظہور کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ وعدہ بھی آپ کی بعثت سے پورا ہوا۔ مسلمانوں میں جو خونی مہدی کا خیال پیدا ہو چکا ہے۔ غلط اور بے بنیاد ہے۔ قرآن و حدیث سے اِس کا [illegible]

نبوت نہیں ملتا۔ میں کسی جنگ وغیرہ کے لئے مبعوث نہیں کیا گیا۔ میرا کام امن اور صلح کے طریق پر مقرر ہے۔ اور بتایا کہ مسیح اور مہدی دو وجود نہیں۔ ایک ہی ہے۔

لَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسٰی

کی حدیث میں بھی صراحت موجود ہے۔ (ابن ماجہ)

(۳) — نبوت کا دعویٰ: آپ نے ایسی نبوت کا دعویٰ نہیں فرمایا جو اسلام اور خاتم النبیین کے منافی ہو۔ بلکہ آپ کا دعویٰ اُمتی نبی ہونے کا ہے۔ غیر احمدی اسے اسلام کو مٹانے والا سمجھ کر مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کا دعویٰ تو دینِ اسلام کو زندہ کرنے والا اور شریعتِ اسلامیہ کو قائم کرنے کا ہے۔ آپ نئی شریعت نہیں لائے۔ شریعتِ محمدیہ کے خادم بن کر آئے ہیں۔

(۴) — تمام انبیاء کے مثیل ہونے کا دعویٰ: فرمایا میرے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ہر قوم و ملت کی اصلاح کا کام لینا ہے۔ اس لئے مجھے مثیلِ انبیاء قرار دیا ہے۔ اس بارے میں آپ کو یہ الہام ہوا تھا جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء یعنی ہمارا رسول تمام گزشتہ نبیوں کے لباس میں اور ان کی صفات سے متصف ہو کر آیا ہے"

(۵) — آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر قوم میں نبی گزرے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ نے حضرت کرشن حضرت رام اور حضرت بدھ علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ کے نبی قرار دیا۔ مسلمانوں نے باوجود یہ کہ یہ قرآن کی تعلیم ہے۔ اس کی مخالفت کی۔ اس ضمن میں آپ نے یہ اصول بیان فرمایا" اس عظیم الشان نبی نے ہم کو سکھایا ہے کہ جن جن نبیوں اور رسولوں کو دنیا کی قومیں مانتی چلی آئی ہیں اور خدا نے عظمت اور قبولیت اُن کی دنیا کے بعض حصوں میں پھیلا دی ہے۔ وہ در حقیقت خدا کی طرف سے ہیں اور ان کی آسمانی کتابیں گو دور دراز زمانہ کی وجہ سے کچھ تبدیلی ہو گئی ہو یا اُن کے معنی خلاف حقیقت سمجھے گئے ہوں۔ مگر در اصل وہ کتابیں منجانب اللہ اور عزت اور عظمت کے لائق ہیں (تحفہ قیصریہ)

(۶) — ایمان باللہ کے بارہ میں فرمایا کہ اس زمانہ میں اسمی اور رسمی ایمان رہ گیا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے کہ میں لوگوں کو اس قسم کا ایمان عطا کروں جس سے انسان کو بصیرت اور یقین حاصل ہو اور اس کا دل خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق تسلی اور تشفی پا جائے اور وہ اس کے متعلق دلی یقین اور بصیرت کے ساتھ ایمان لا کر تعلق پیدا کر سکے اسی حقیقت کو اپنے منظوم کلام میں یوں پیش فرمایا ہے۔

نازمت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں
اسکو ہیرا مت گماں کر یہ ہے سنگ کوہسار
پیٹ پھٹا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے
جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہونگے آشکار

(۷) — توحید کی حقیقت: آپ نے بتایا اصل توحید یہ ہے کہ انسان نہ صرف منہ سے خدا کے ایک ہونے کا قائل ہو۔ بلکہ اس کی کامل محبت اور کامل خوف، اور کامل بھروسہ صرف خدا کی ذات کے ساتھ رکھے۔ اور شرک صرف یہی نہیں کہ کسی بت وغیرہ کی پرستش کی جائے۔ بلکہ حقیقی شرک میں یہ بات بھی داخل ہے کہ انسان کسی چیز کی ایسی عزت کرے جو خدا کی کرنی چاہیئے اور کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت کرے جو خدا سے کرنی چاہیئے۔ اور کسی چیز سے ایسا خوف کھائے جو خدا سے کھانا چاہیئے اور کسی چیز پر ایسا بھروسہ کرے جو خدا پر کرنا چاہیئے۔

(۸) — ملائکہ کی حقیقت: اس کے بارہ میں آپ نے بتایا کہ قرآن اور حدیث سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے خدا کی ایک مخفی مخلوق ہے جو نظام عالم کو چلانے کے لئے بطور اسباب کے ہیں مثلاً سورج چاند ستارے ہوا پانی زمین۔ اسی طرح خدا نے مخفی اسباب بھی مقرر کئے ہیں جو فرشتوں کے نام سے موسوم ہیں اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نظام عالم چلا رہا ہے۔ فرشتوں کے نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ اپنی مقررہ جگہ چھوڑ کر زمین پر آ جاتے ہیں اور اس وقت وہ جگہ اُن کے وجود سے خالی ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے اپنے اپنے دائرہ میں دنیا کی چیزوں پر مقررہ اثرات پیدا کرتے ہیں۔ پس اُن کے نزول سے اُن کا جسمانی نزول مراد نہیں بلکہ اُن کی خداداد طاقتوں کا پرتو یا سایہ اور اثر مراد ہے جو حسب ضرورت زمین پر نازل ہوتا ہے۔

(۹) — قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں: اس گندے عقیدہ نے یہاں تک زور پکڑا تھا کہ بعض لوگوں نے قرآن شریف کی کئی سو آیات منسوخ قرار دیں۔ آپ نے فرمایا اس کا ایک شعشہ بھی منسوخ نہیں۔ نیز فرمایا قرآن کی آیات کو منسوخ ماننے سے اسکی تکذیب لازم آتی ہے۔

(۱۰) — قرآن کو حدیث پر فضیلت ہے: آپ نے پہلا مرتبہ قرآن۔ دوسرا مرتبہ سنت اور تیسرا مرتبہ حدیث کا بیان فرمایا اور فرمایا۔ حدیث قرآن پر قاضی نہیں بلکہ قرآن حدیث پر قاضی ہے۔

(۱۱) — الہام کی حقیقت: فرمایا الہام کیا چیز ہے وہ پاک اور قادر خدا کا اپنے برگزیدہ بندہ کے ساتھ جسکو وہ برگزیدہ کرنا چاہتا ہے ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ ہے آپ نے اس خیال کو سختی کے ساتھ رد فرمایا کہ دل میں گزرنے والے خیالات کا نام ہی الہام ہے

جہاد کی حقیقت

اس اہم مسئلہ کے متعلق مسلمانوں میں یہ غلط عقیدہ بکثرت پھیلا ہوا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک مہدی مبعوث ہوگا۔ جو تلوار سے دین پھیلائیگا اور جو مسلمان بننے سے انکار کرے گا۔ اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ یہ عقیدہ بالکل بے بنیاد ہے۔ قرآن تو اعلان کرتا ہے لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کہ دین میں جبر جائز نہیں۔ آپ نے مہدی کے تعلق سے۔ "یضع الحرب" کی حدیث پیش فرمائی کہ اس کی رو سے وہ جنگوں کو موقوف کر دے گا یعنی اُس کے زمانے میں جہاد کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ نیز فرمایا ؎

فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفٰے
عیسٰی مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
یہ حکم سن کے جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

وفاتِ مسیح اور عدم رجوع موتٰی

آپ نے قرآن اور حدیث اور تاریخ سے اپنی کتب میں حضرت مسیح ناصری کی واقعہ صلیب کے وقت کشمیر کی طرف ہجرت ثابت کی۔ جہاں بنی اسرائیل کے وہ قبائل موجود تھے۔ جن کی طرف آپ مبعوث کئے گئے تھے۔ اور بتایا کہ حدیث کی رو سے وہ ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اُن کی قبر سرینگر محلہ خانیار میں موجود ہے اور پیشگوئی فرمائی کہ پہلی صدی گزر گئی آپ کے سب مخالف مر جائیں گے۔ مگر حضرت عیسٰی کو آسمان سے اُترتا نہیں دیکھیں گے۔ اسی طرح دوسری صدی میں ہوگا۔ پھر تیسری صدی گزر جائیگی اور لوگ حیات مسیح کے عقیدہ سے بیزار ہو کر اسے ترک کر دیں گے۔ آپ نے بتایا کہ یہ خیال بھی خلاف قرآن ہے کہ جو مسیح فوت ہو چکا ہے۔ وہی واپس آئے گا قرآن کی آیت اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ میں اسی غلط عقیدہ کا بطلان موجود ہے۔ اس پیشگوئی پر ۱۰۰ سال گزر چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کا فعل اس پیشگوئی کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر چکا ہے۔

اسلامی فرقوں کا باہمی اختلاف: حدیث کی رو سے اُمت محمدیہ کا آخری زمانہ میں ۷۳ فرقوں میں بٹ جانا ثابت ہے۔ ان کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منصب حکم و عدل کی رو سے فیصلہ فرمایا کہ آپ کی جماعت فرقہ نہیں بلکہ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ کی مصداق جماعت ہے۔ اسلام میں بڑے فرقے دو ہیں۔ (۱) اہل سنت (۲) شیعہ شیعوں کے بارہ میں فرمایا کہ ان لوگوں نے

خلافت راشدہ کا انکار کر کے غلطی کی اور صحابہ رضؓ کی پاک جماعت پر زبان طعن دراز کی۔ اسلام میں رخنہ برپا کیا۔ اہل سنیت مجموعہ ہے۔ (۱) اہل فقہ یا مقلدین کا (۲) اہل حدیث کا (۳) اور اہل تصوف کا۔ ان تینوں میں کچھ خوبیاں بھی ہیں۔ مگر جادۂ اعتدال سے منحرف بھی ہیں۔ اہل فقہ اندھی تقلید کی وجہ سے قرآن و حدیث کا استدلال سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اہل حدیث۔ اجتہاد کے دروازے کو بہت وسیع کرتے ہیں اور بعض صورتوں میں آئمہ کرام کی ہتک تک پہنچتے ہیں۔ اہل تصوف۔ آہستہ آہستہ شریعت سے ہٹ کر بدعتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ قطع نظر ان امور کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب کی خوبیوں کو بھی تسلیم فرماتے تھے اور ان کے بزرگوں کی تعظیم بھی فرماتے تھے۔

خلفائے احمدیت کی صد سالہ مخالفت کی مختصر تاریخ اور خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی معرکۃ الآراء کتاب براہین احمدیہ ۱۸۸۰ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ یہ کتاب آپ نے قرآن مجید۔ آنحضرت صلعم اور اسلام کی صداقت آشکار کرنے کیلئے لکھی اس کے بارہ میں آپ کو بشارت ملی تھی کہ یہ قطبی ثابت ہو گی یعنی مستحکم اور غیر متزلزل ثابت ہو گی اس کا حسب شرائط جواب لکھنے والے کیلئے آپ نے دس ہزار روپیہ کا انعام مقرر فرمایا تھا۔ ۱۰۰ سال سے زائد عرصہ گزرنے پر بھی کسی کو اس کا رد لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہ آپ کی کھلی کھلی فتح اور آپ کے غلبہ کی پر خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت ہے

الحق یعلو و لا یعلیٰ

۱۸۸۵ء میں چند مقامی ہندوؤں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں نشان نمائی کی درخواست پیش کی کہ مسلمان ہونے کی شرط موقوف رکھی جائے ہم پیشگی قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں جو نشان ہم بچشم خود دیکھیں گے اسی کی تمام اشاعت کے ساتھ اپنی قوم میں بھی اس کا چرچا کریں گے اور آپ کے مکان پر حاضر ہو کر اس کی تصدیق بھی کریں گے (ملخصاً تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۵۲)

اس سلسلہ میں بعد دعا و چلہ کشی حضور نے اپنے ہاں ۹ سال کی میعاد میں تقریباً ۶۰ عظیم اوصاف کے حامل فرزند کی پیدائش کے نشان کے ظہور کا اپنے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اعلان فرمایا کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر یہ پیشگوئی نہیں ٹلے گی یہ نشان بر وقت ظہور میں آیا مگر وعدہ کنندگان اپنے وعدہ سے پھر گئے۔ غرض آپ کے ہاں فرزند دلبند گرامی ارجمند یعنی حضرت مصلح موعود رضؓ کی حسب پیشگوئی ولادت ہوئی۔ پھر اس فرزند نے پہلے سے مشتہر کردہ اوصاف کا حامل بن کر زمین کے کناروں تک اپنے کارناموں سے شہرت پا کر پیشگوئی کو حرف بحرف پورا کیا لاریب آپ کے ذریعہ اسلام کی صداقت کا چمکتا ہوا نشان پورا ہوا۔ جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آریہ مناظر مرلی دھر کے درمیان جو مناظرہ ہوا۔ اسے آپ نے سرمہ چشم آریہ نامی کتاب میں شائع فرمایا۔ جس میں اس کے تمام اعتراضات کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں اس کے علاوہ بھی اسے آپ نے ترغیب دلائی کہ وہ قرآن مجید پر اپنے بڑے سے بڑے اعتراضات پیش کرے۔ ان کا مسکت جواب پیش نہ کر سکنے کی صورت میں اسے فی سوال ۵۰/ روپے تاوان دینے کا بھی یقین دلایا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر اس کے سوالات لغو ثابت ہوئے تو اسے مسلمان ہونا پڑے گا۔ نیز حضور نے آریوں کے لیڈروں کو دعوت مباہلہ دی اور میعاد ایک سال مقرر فرمائی۔ ہر دو امور پر خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت یہ ہے کہ کسی کو مباہلہ کی جرأت نہ ہوئی ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء کو پادری فتح مسیح نے بٹالہ میں حضور کی جائے قیام پر حاضر ہو کر خلیفہ کی تجویز پیش کی اور بتایا کہ وہ اس جلسہ میں حضور کے بالمقابل اپنی الہامی پیشگوئیاں بیان کر کے گا۔ حضور نے اسے منظور فرما لیا۔ مگر جلسہ کے دن اس نے خلاف وعدہ* ادھر ادھر کی باتیں بیان کیں۔ کسی معزز ہندو کے مجبور کرنے پر اس نے اقرار کیا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔ بھری مجلس میں اسے شکست فاش ہوئی۔ اس پر حضور نے اشتہار شائع فرمایا اور اس میں بٹالہ کے یورپین پادریوں کو مقابلہ کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں پادری فتح مسیح نے اخبار نور افشاں میں لکھا کہ ہم آپ کے الہامات کی آزمائش کیلئے چار سوالات لکھ کر جلسہ کے حاضرین میں سے کسی کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ اگر آپ بتا دیں تو آپ کی سچائی تسلیم کر لی جائے گی۔ آپ نے جواب دیا کہ پادری فتح مسیح قابل التفات نہیں وہ تو پہلے جھوٹا ثابت ہو چکا ہے۔ البتہ اگر پادری ز بجنٹ مقررہ جلسہ میں حلفیہ اقرار کرے کہ وہ بتا دینے کی صورت میں اپنے مذہب سے بیزار ہو کر مسلمان ہو جائے گا۔ اور وعدہ خلافی کے پیش نظر پہلے سے طے شدہ شخص کے پاس انجمن حمایت اسلام میں ۱۰۰۰/ روپے بطور ضمانت جمع کرا دے گا۔ تو ان سوالات کا جواب مقررہ وقت میں دے دیا جائے گا۔ اور نہ دے سکنے کی صورت میں بڑی سے بڑی سزا مجھے منظور ہو گی خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت ہے کہ اس اعلان کے بعد دیسی اور یورپین پادریوں کے باطل پرستی کے پردے چاک ہو گئے۔ ۱۸۹۰ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کے انکشاف پر دو کتب فتح اسلام و توضیح مرام شائع فرمائیں۔ ان میں اپنے دعویٰ کا اعلان فرمایا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مخالفانہ رویہ اختیار کر کے اپنے اخبار میں لکھا کہ اس نے آپ کو آسمان پر چڑھایا تھا اور اب زمین پر گرائے گا۔ (اشاعت السنہ جلد ۱۳ نمبر ۱ صفحہ ۲-۴ مفہوماً)

نیز اول المکفرین بن کر آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ ملک میں مخالفت کی آگ مشتعل کی قتل کی سازشیں کیں۔ اس نے اور اس کے چیلوں نے قادیان آنے جانے والوں کا راستہ بھی روکا۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا۔

"یاتیک من کل فج عمیق
و یاتون من کل فج عمیق"

کہ لوگ قادیان میں اتنی کثرت سے آئیں گے کہ ان کے چلنے والے راستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ اور وہ تحفے تحائف بھی لائیں گے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان کی کثرت آمد سے کہیں تھک نہ جانا۔ کس شان سے یہ وعدہ پورا ہوا اور تا قیامت بڑھ چڑھ کر پورا ہوتا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اسی منظر کو آپ نے منظوم کلام میں یوں بیان فرمایا ہے ؎

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

قتل کی سازشوں کا جواب خدا تعالےٰ نے وعدۂ حفاظت سے دیا کہ واللّٰہ یعصمک من الناس۔ اور یہ کہ آپ کم و بیش ۸۰ سال کے قریب عمر پائیں گے فتووں کے بارہ میں تو پہلے سے قرآن میں ذکر ہے کہ مخالف لوگ منہ کی پھونکوں سے نور کو بجھانا چاہیں گے۔ اسی بنا پر حضور نے اعلان فرمایا ؎

من در حریم قدس چراغ صداقتم
دستش محافظ است ز ہر باد صرصرم

ترجمہ:۔ میں درگاہ قدس میں صداقت کا چراغ ہوں۔ اس کا ہاتھ ہر تیز ہوا سے میری حفاظت کرنے والا ہے۔ مخالف علماء نے آپ کے بارہ میں بکثرت جھوٹا پراپیگنڈا کیا کہ آپ عربی سے نابلد ہیں اور ان کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ آپ نے پہلے ان کو کامل مہندوں کی علامتوں مثلاً امور غیبیہ کا اظہار۔ قبولیت دعا۔ معارف قرآنی کے انکشاف کے بارہ میں روحانی مقابلہ کا چیلنج دیا

* خلاف وعدہ کا لفظ ان کے میعاد سے قبل شور و غوغا برپا کرنے پر حضور نے غلطی سے اعلان فرمایا!

اس کے کچھ عرصہ بعد اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک رات میں چالیس ہزار عربی کا مادہ سکھایا ہے اور عربی میں ایسی قدرت دی ہے کہ مقابلہ میں کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ جب مقابلہ کے لئے کوئی ایک فرد بھی سامنے نہ آیا۔ تو آپ نے فرمایا اگر کوئی اکیلا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو سب علماء مل کر میرے مقابل پہ آئیں۔ شروع شروع میں انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آپ نے کوئی عرب چھپا رکھا ہے۔ لیکن جب آپ نے وسیع چیلنج کو عربوں۔ مصریوں اور شامیوں تک وسیع کر دیا تو سب لوگ جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ ان کے لاجواب ہونے پر آپ نے ۲۱ کے قریب عربی کتب جن میں نظم و نثر فصاحت و بلاغت کی ہر صنف کا کمال ظاہر فرمایا ہے شائع فرمائیں اور یہ بھی اعتراف فرمایا کہ یہ کمال آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی بدولت حاصل ہوا ہے:

ذالک فضل اللہ یؤتیہ

من یشاء

اسی ضمن میں آپ نے عربی کے ام الالسنۃ ہونے کے متعلق بھی اپنی تصنیف منن الرحمٰن شائع فرمائی جو دنیا میں پہلی بار معرض وجود میں آئی ہے۔ آپ کا یہ دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے اور قرآن کے خاتم الکتب ہونے کی محکم دلیل ہے۔ یہ بھی آپ کی تائید میں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے۔

قرآنی علوم کے غیر محدود ہونے کا دعویٰ۔

اسی زمانہ میں آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کا خیال کہ قرآنی علوم سب پچھلے مفسرین پر ختم ہو گئے ایک غلط اور مہلک خیال ہے خدا نے مجھے بتایا ہے کہ جس طرح ظاہری دنیا ایک مادی عالم ہے جس میں ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق خزانے نکلتے رہتے ہیں اسی طرح قرآن ایک روحانی عالم ہے۔ اس میں ہر زمانہ کی ضرورت کے خزانے موجود ہیں۔ جو ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق نکلتے رہیں گے اور یہ قرآنی شریعت کا بڑا معجزہ ہے

(ازالہ اوہام)

(صفحہ ۱۲۸-۱۴۵-۲۷۶-۲۷۷)

اور یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس زمانے میں خدا نے مجھے قرآنی شریعت کی خدمت کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص قرآنی علوم میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپ نے دوسرے مذاہب والوں کو بھی اپنی شریعتوں کے حقائق و معارف سے قرآن کے مقابلہ کی دعوت دی۔ مگر کوئی ایک شخص بھی مقابلہ پر نہیں آیا

ابتدائی مناظرات

فتوائے تکفیر کے بعد آپ کی مخالفت کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو اپنے دعویٰ کے دو تین سالوں میں احقاق حق و ابطال باطل کے لئے متعدد مناظروں میں حصہ لینا پڑا۔ چنانچہ آپ نے ۱۸۹۵ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی سے مناظرہ کیا۔ دوسرا مناظرہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی امام فرقہ اہل حدیث سے جامع مسجد دہلی میں بڑے ہنگامے کے ساتھ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اسی سال ایک مناظرہ دہلی میں مولوی محمد بشیر بھوپالوی سے ہوا۔ ایک لاہور میں ۱۸۹۲ء میں مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے ہوا۔ اسی طرح ۱۸۹۳ء میں عبداللہ آتھم سے بھی ہوا۔ آپ نے یہ سب مناظرے تحریری کئے گو اس وقت ان سے فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ تاہم یہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کی زینت ہیں اور قیامت تک اسلامی طرز مناظرہ کے لئے اسوۂ حسنہ کا کام دیتے رہیں گے۔

مخالفین احمدیت کا نام لے لے کر مباہلہ کا چیلنج

آپ کی مخالفت کا آغاز ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا۔ بعض علماء نے اس وقت آپ کو چیلنج دیا کہ آپ سچے ہیں تو اسلامی طریق کے مطابق ہم سے مباہلہ کر لیں ابتدا میں اتمام حجت اور اذن الٰہی کے بغیر آپ نے مباہلہ سے اجتناب فرمایا۔ لیکن جب انہوں نے آپ کو کافر قرار دیا۔ تو اپنے دعویٰ اور دلائل کی کافی اشاعت کے بعد آپ کو خدا نے ۱۸۹۲ء میں مباہلہ کی اجازت دے دی۔ اس پر آپ نے سب کو مباہلہ کا چیلنج دیا اور پھر دوبارہ ۱۸۹۶ء میں علماء اور گدی نشینوں کی ایک فہرست شائع فرما کر سب کو نام لے لے کر مسلون مباہلہ کے لئے غیرت دلا دلا کر مباہلہ کے لئے بلایا۔ مگر کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

غیر احمدی علماء کے مباہلہ سے اجتناب کے بعد انہیں دوبارہ صلح کی دعوت

آپ کی بڑی غرض خدمت اسلام تھی آپ نے اسے ملحوظ رکھتے ہوئے غیر احمدی علماء کو لکھا کہ اگر آپ لوگ (عربی نویسی۔ تفسیر نویسی۔ قبولیت دعا۔ معجز نمائی اور مباہلہ) کے لئے آمادہ نہیں ہیں تو مجھ سے اور میری جماعت سے سات سال کی مدت کے لئے صلح کر لیں مجھے غیر مسلموں میں آزادانہ تبلیغ کرنے دیں۔ اگر ان سات سالوں میں اسلام کی خدمت کا نمایاں نتیجہ ظاہر نہ ہوا اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مرجانا ضروری ہے وقوع میں نہ آیا اور اسلام کا بول بالا نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کر لوں گا۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں ہرگز کاذب نہیں ہوں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ خدا کے مامور کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔ مگر افسوس غیر احمدی زعماء نے اس تجویز کو قبول نہ کیا۔

(ضمیمہ انجام آتھم)

پھر آپ نے ۱۹۰۱ء میں ایک اشتہار "الصلح خیر" ۳ / ۱۹۰۱ء کو شائع کر کے اس تجویز کو دہرایا اور اس مرتبہ میعاد صرف ۳ سال پیش کی مگر افسوس ہے غیر احمدی علماء نے صلح کی تجویز کو بھی ٹھکرا دیا۔

آپ کی صداقت کی عظیم الشان آسمانی شہادت

حضرت امام مہدی کی ایک خاص علامت دار قطنی حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی تصدیق کے لئے آسمان پر چاند اور سورج کو رمضان میں گرہن کی پہلی اور سورج کو گرہن کی تاریخوں میں درمیانی تاریخوں کو علی الترتیب گرہن لگے گا۔ ۱۸۹۴ء میں یہ نشان ظاہر ہوا۔ اگلے سال امریکہ میں انہیں تاریخوں میں رمضان میں گرہن لگا۔ آپ نے تحدی کے ساتھ اعلان فرمایا کہ اگر ان شرائط کے ساتھ پہلے بھی کسی مدعی کے لئے ایسا نشان ظاہر ہوا ہو تو اس کی نظیر پیش کرو۔ مگر کوئی شخص نظیر پیش نہ کر سکا۔

جلسہ مذاہب عالم میں آپ کی تقریر کے سب پر بالا رہنے کی پیشگوئی کا ظہور۔

۱۸۹۵ء میں تحقیق مذاہب کے سلسلہ میں حضور نے ایسی تجویز شائع فرمائی اور قادیان میں جلسے کے انتظام کی صورت میں مہمان نوازی اور انتظامات کی ذمہ داری بھی لی۔ بعد میں بعض ہندو صاحبان کی طرف سے ایسے جلسے کی تجویز پیش ہوئی۔ اس کے لئے لاہور میں جلسے کی ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کی تاریخیں مقرر ہوئیں اور سوالات بھی مقرر کئے گئے۔ آپ کو بھی اس کی دعوت موصول ہوئی جسے آپ نے منظور فرمایا اور بعد دعا اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بتایا ہے کہ اس جلسہ میں آپ کی تقریر سب پر بالا رہے گی۔ چنانچہ یہ پیشگوئی اس جلسہ کے انعقاد کے موقع پوری شان سے پوری ہوئی۔ سب طرف سے آپ کے مضمون کے سب پر سبقت لے جانے اور بالا رہنے کا اعتراف ہوا۔ اور

(باقی صفحہ ۵)

جلسہ سالانہ انگلستان

جو مورخہ ۲۶۔۲۷۔۲۸ر جولائی ۹۱ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ اس میں شمولیت کے لئے خواہش مند احباب جماعت اپنی درخواستیں جملہ کوائف پاسپورٹ نمبر نام جماعت تاریخ بیعت وغیرہ کے ساتھ محترم امیر صاحب یا صدر صاحب جماعت کے توسط و سفارش سے نظارت ہذا کو ارسال کریں تا کہ ان کو دعوت نامہ (سپانسر شپ لیٹر) جو انگلستان سے موصول ہو چکے ہیں۔ بروقت جاری کئے جا سکیں۔"

(ناظر امور عامہ)

پالاکرتی میں جلسہ ملتوی

گذشتہ دنوں اخبار بدر میں پالاکرتی آندھرا پردیش میں جلسہ سالانہ یکم و ۲ر جون کے انعقاد کا اعلان کیا گیا تھا حالات کے پیش نظر فی الحال اس کو ملتوی کر دیا گیا ہے۔ احباب آگاہ رہیں۔

خاکسار، حمید الدین شمس

انچارج احمدیہ مسلم مشن آندھرا

افتتاحی تقریب پندرہ روزہ تربیتی کلاس

مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

قادیان ۱۶ر مئی، آج ٹھیک ۸½ بجے مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے زیر اہتمام پندرہ روزہ تربیتی کلاس کا افتتاح ہوا۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب طاہر قائمقام ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ نے مدرسہ احمدیہ کے ہال میں اس کلاس کا افتتاح کیا۔

اس موقعہ پر خدام الاحمدیہ کے عہدیداران کے علاوہ صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت بھی موجود تھے۔ مکرم قائمقام ہیڈ ماسٹر صاحب اور صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے اس موقعہ پر تقاریر کیں اس کلاس میں شرکت کے لئے مضافات قادیان سے بھی خدام تشریف لائے۔　　(نمائندہ)

درخواست دعا:۔ ٭ خاکسار کا چھوٹا بیٹا عباس احمد ایک ماہ ہو گیا ہے دودھ گرنے سے عزیز کا سر جل گیا تھا جس سے شدید تکلیف وہ زخم ہو گیا ہے علاج جاری ہے تا حال خاص فائدہ نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے بہت پریشانی ہے عزیز کی کامل شفایابی کے لئے درخواست دعا ہے　　(خاکسار: محمد سلیم خان بھٹی معلم وقف جدید حال قادیان)

٭ میرے برادر اکبر اور چھوٹی ہمشیرہ جو مکرم مبشر احمد صاحب شہید (مرحوم) تیماپور کے بیٹے اور بیٹی ہیں کا رشتہ طے ہوا ہے رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے اور خاکسار نے برادران نے کاروبار کا آغاز کیا ہے۔ اس کے بابرکت ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔ میری والدہ محترمہ نے -/۲۵ روپے اعانت بدر میں ادا کئے ہیں۔

(خاکسار: بشارت احمد مسرور دیودرگی ناظم مال مجلس خدام الاحمدیہ تیماپور)

٭ مکرمہ زاہدہ بیگم صاحبہ سیکرٹری تبلیغ اعانت بدر میں -/۲۰ روپے ارسال کرتے ہوئے صحت و سلامتی اور اپنے بچوں کی دینی دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ اسی طرح شیخ نثار احمد صاحب جو مکرمہ زاہدہ بیگم صاحبہ کے پاس پڑھنے آتا ہے -/۵ روپیہ اعانت میں ادا کرتے ہوئے اپنے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

(مینیجر بدر)

فلک نما (حیدرآباد) میں رمضان المبارک کے لیل و نہار

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب فضل اور احسان عظیم ہے کہ فلک نما کے انصار، لجنات خدام کو رمضان المبارک کے افضال و برکات سے متمتع ہونے کی احسن رنگ میں توفیق ملی الحمد للہ۔ سارے شہر میں فلک نما کالونی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں احمدی مرد و زن ۱۵۰ سے زیادہ ہیں۔ اور خدا کے فضل سے بہترین تنظیم ہے۔ نظام سلسلہ کے ماتحت لجنات انصار، خدام، اطفال اپنے اپنے پروگرام پر نہایت دلچسپی سے عمل پیرا ہیں۔ ایک دوسرے کے تعاون سے جماعتی کام فوری طور پر تکمیل پاتے ہیں جس کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوتی ہے۔ یہی روح جماعت کی نمایاں کامیابی کی ضامن ہے۔

امسال فلک نما میں جمیع احمدیوں نے رمضان المبارک کا تہہ دل سے استقبال کیا قبل از رمضان ایک پروگرام کے تحت مسجد احمدیہ فلک نما کی صفائی کی گئی۔ جائے نمازوں کی دھلوائی، بجلی، پنکھوں، لاؤڈ سپیکر کی مرمت و دیگر ضروری انتظامات کئے گئے اور ایک اسپیلی فائر مکرم بشیر احمد صاحب ضمیر نے مسجد کے لئے عطیہ دیا ہے۔ نوٹس بورڈ پر ایک فہرست چسپاں کی گئی تھی۔ جس میں افطاری و طعام اور سحری کروانے والے اسماء درج تھے۔ جو حسب ذیل خوش نصیب ہیں۔ محترمہ والدہ سیٹھ سید جہانگیر علی صاحب، محترم سیٹھ سید جہانگیر علی صاحب، محترم خلیل احمد صاحب ضمیر، مکرم سیٹھ جاوید احمد صاحب، مکرم محمد یوسف صاحب قریشی، فرزندان محمود علی صاحب (مرحوم) نیز خدام الاحمدیہ فلک نما۔ اسی طرح مکرم سیٹھ زبیر احمد صاحب، مکرم عبد الرحیم صاحب بدر، محترم عبد الرحمٰن صاحب، اہلیہ بشیر احمد صاحب ضمیر، ناصر احمد صاحب سہگل۔ عزیزان جمیل احمد، ریاض احمد، رئیس احمد وغیرہ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اموال و نفوس میں برکت پر برکت دے اور صحت و سلامتی اور خوشحالی عطا فرمائے آمین

نمازوں میں کافی حاضری ہوتی نماز مغرب اور تراویح میں اتنی حاضری رہتی کہ مسجد اپنی تنگ دامنی کا اظہار کرتی۔ یہ مسجد صرف مستورات اور ناصرات و اطفال کے لئے ہی کافی ہے۔ انصار اور خدام کو مسجد کے باہر حصہ میں نماز کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مسجد کی توسیع کے انتظامات فرمائے آمین۔ بعد نماز فجر اور بعد نماز تراویح مکرم نذیر احمد صاحب۔ دہلوی نے تفسیر کبیر اور حدیث کا درس دیا جو بے حد فائدہ مند رہا۔ نماز تراویح خاکسار نے پڑھائی یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ اعتکاف میں بیٹھنے والی ۵ خوش بخت لجنات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ کبریٰ بیگم صاحبہ　۲۔ فرحت النساء بیگم صاحبہ　۳۔ عظمت النساء بیگم صاحبہ　۴۔ عفت بیگم صاحبہ　۵۔ اہلیہ خاکسار۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام کے روزوں اور عبادات و قربانیوں کو قبول فرمائے اور ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے عامل احمدی بنائے اور آئندہ بھی رمضان المبارک سے بہتر رنگ میں فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نوٹ:۔ مکرم حافظ عبد القیوم صاحب نے بھی چند یوم نماز تراویح مسجد فلک نما میں پڑھائی۔

طالب دعا۔

(محمد امام غوری فلک نما حیدرآباد)

اعلان نکاح

مورخہ ۵/۵/۹۱ کو فرحت سلطانہ بنت سلطان احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ شاہ آباد کا نکاح مکرم عبد القدیر صاحب جینا ابن مکرم عبد الحفیظ صاحب جینا کے ہمراہ مبلغ -/۵۵۵۱ روپے حق مہر کے عوض مکرم سید کلیم الدین صاحب مبلغ جماعت یادگیر نے پڑھا اور اسی دن رخصتی بھی عمل میں آئی۔ فریقین نے اس خوشی کے موقعہ پر مبلغ -/۱۲۰ روپے اعانت، بدر میں ارسال کئے۔ احباب جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

(مینیجر بدر قادیان)

سلاطینِ عثمانیہ کے عہد کی ایک عظیم شخصیت اور نظریہ وفاتِ مسیحؑ

از مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخِ احمدیت ۔ ربوہ

کوئی مورّخ اسلامی تاریخ پر قلم اٹھاتے ہوئے عثمانی ترکوں اور سلاطینِ عثمانیہ کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے کم و بیش چھ صدیوں تک اسلام کی گرانقدر علمی، دینی اور تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے سقوطِ بغداد کے بعد اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے سلطنتِ اسلامیہ کے شیرازے کو یکجا کیا اور مسلمانوں کے ملّی اور قومی وجود میں ایسی جان ڈال دی کہ اُن کے روشن ماضی کی یاد تازہ ہوگئی اور اُن کی فتوحات کا دائرہ ممالکِ ایشیا سے یورپ کی حدود کے اندر دُور تک وسیع ہو گیا۔ عثمانی ترکوں کو سلطنتِ اسلامیہ کی تاریخ کے تاج کا ایک گوہرِ بے بہا قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں

" سچّی اور حقیقی بات کے اظہار سے ہم رک نہیں سکتے۔ ترکوں کے ذریعہ سے اسلام کو بہت بڑی قوّت حاصل ہوئی ہے ...... اب تک حرمین شریفین ترکوں ہی کی حفاظت کے نیچے خدا نے رکھے ہوئے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں خدا تعالےٰ نے دو ہی گروہ رکھے ہیں ایک ترک دوسرے سادات ترک ظاہری حکومت اور ریاست کے حق دار ہوئے۔ اور سادات کو فقر کا مبدء قرار دیا گیا۔ چنانچہ صوفیوں نے فقر اور روحانی فیوض کا مبدء سادات ہی کو ٹھہرایا ہے۔ اور میں نے بھی اپنے کشوف میں ایسا ہی پایا ہے۔ دنیا کا عروج ترکوں کو ملا ہے۔"

(الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء)

عثمانی ترکوں کے علمی عہد میں ایسی ایسی یگانہ روزگار شخصیات پیدا ہوئیں جن کے فضل و کمال کے ڈنکے بج گئے۔ اور اُن کے تبحرِ علمی کی شہرت تمام عالمِ اسلام میں دُور دُور تک پھیل گئی۔ تفسیر میں علامہ ابوسعید آفندی، طب میں حاجی پاشا اور علی احمد چلپی وسیم عباس، تاریخ میں سعدالدین مدادثانی، حاجی خلیفہ، مصطفےٰ پاشا۔ عطاء اور علی آفندی، جغرافیہ نویسی میں سپاہ زادہ محمد، اطلاس خورد اور رئیف احمد کا پیدا کردہ لٹریچر اسلامی دُنیا کا ایک بہترین علمی سرمایہ ہے۔

عثمانی ترکوں کو تصوّف سے دلی لگاؤ تھا۔ علمِ تصوّف میں جن صوفیاء نے نام پیدا کیا ان میں قاضیٔ عسکرِ عثمانی حضرت شیخ بدرالدین سیماوی متوفی ۸۲۳ھ ۱۴۲۰ء ایک نہایت ممتاز اور بلند پایہ روحانی پیشوا تھے۔ جو ترکی میں تصوّف کے سلسلہ محمدیہ کے بانی تھے۔ اُن کے مُرید آج تک اُن کی جائے ولادت سماونہ کی نسبت سے "سماونی" کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کا اصل نام محمود بن اسرائیل تھا۔ عثمانلی مؤلفری کے موٗلف محمد طاہر ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

" آپ آزاد فکر اور فاضل مشائخ میں سے ایک فلسفی شخصیت رکھنے والے بزرگ تھے اور "سیماو" کے رہنے والے تھے۔ تحصیلِ علم کے لیئے مصر گئے۔ اور سید شریف اور حاجی پاشا کے ساتھ مل کر مبارکشاہ نامی علاقے سے تعلیم حاصل کی۔ عظیم مشائخ میں سے "حسین اخلاطی" سے علمِ تصوّف حاصل کیا۔ تبریز میں تیمور لنگ نے علماء کی ایک بہت بڑی مجلس میں اُن کو منصف مقرر کرکے آپ کے علم و فضل کو تسلیم کیا

آپ کی کُتب مندرجہ ذیل ہیں:۔

نورالقلوب (علمِ تفسیر) لطائف الاشارات (فروعِ علمِ فقہ) جامع الفصولین (لطائف الاشارات کی تسہیل اور شرح ہے) جامع الفتاوٰی (فقہ) مسرۃ القلوب، واردات کبریٰ (تصوّف)، عقود الجواہر (علمِ صرف) چراغ الفتوح (علمِ نحو) ان میں سے صرف جامع الفصولین مطبوعہ ہے کتاب واردات کی بنیاد امورِ آخرت، مبدا اور معاد ہیں۔

(عثمانلی مؤلفری جلد ا ص۲۹ از محمد طاہر ناشر مطبعۂ عامرہ استنبول ۱۳۳۶ھ)

مؤخر الذکر کتاب "واردات" استنبول کی سلیمانیہ لائبریری میں موجود ہے بلکہ اس کے آٹھ قلمی نسخے اس لائبریری کی زینت ہیں۔ مولانا محمد جلال صاحب شمس کی کوشش سے مجھے کتاب کے ایک مستند نسخہ کی مائیکروفلم مہیا ہوئی ہے جسکے ایک حصّے کا عکس اس مختصر مقالہ میں بھی دیا جا رہا ہے۔ اس معرکۃ آراء کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ حضرت شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اپنے ایک مکاشفہ کی بناء پر حضرت مسیحؑ کی وفات کا نہایت واضح اور بصیرت افروز انداز میں اعلان کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"عیسیٰ علیہ السلام روحیلہ
حی جسدیلہ میتدر ولکن
روح اللہ اولوب روحانیت
اوزرینہ غالب اولدیغی
اجلدن حکماً للغالب اولمدی
دیلک معناسنہ مجالدر
شیخ بدرالدین قدس سرہ
العزیز حضر قلری بیورکہ
سکز یورسنہ سنلک جمعہ
کوننده ایکی آدم کوردم یانمہ
حاضر اولدیلو بریسنلک النده
حضرت عیسیٰ علیہ السلامک
جسدلری وشویلہ ظن ایلدم
کہ عیسیٰ علیہ السلامک
بدنی وفات ایلدی۔"

کتاب "واردات" کے قلمی نُسخے کا عکس

جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات کا ذکر ہے

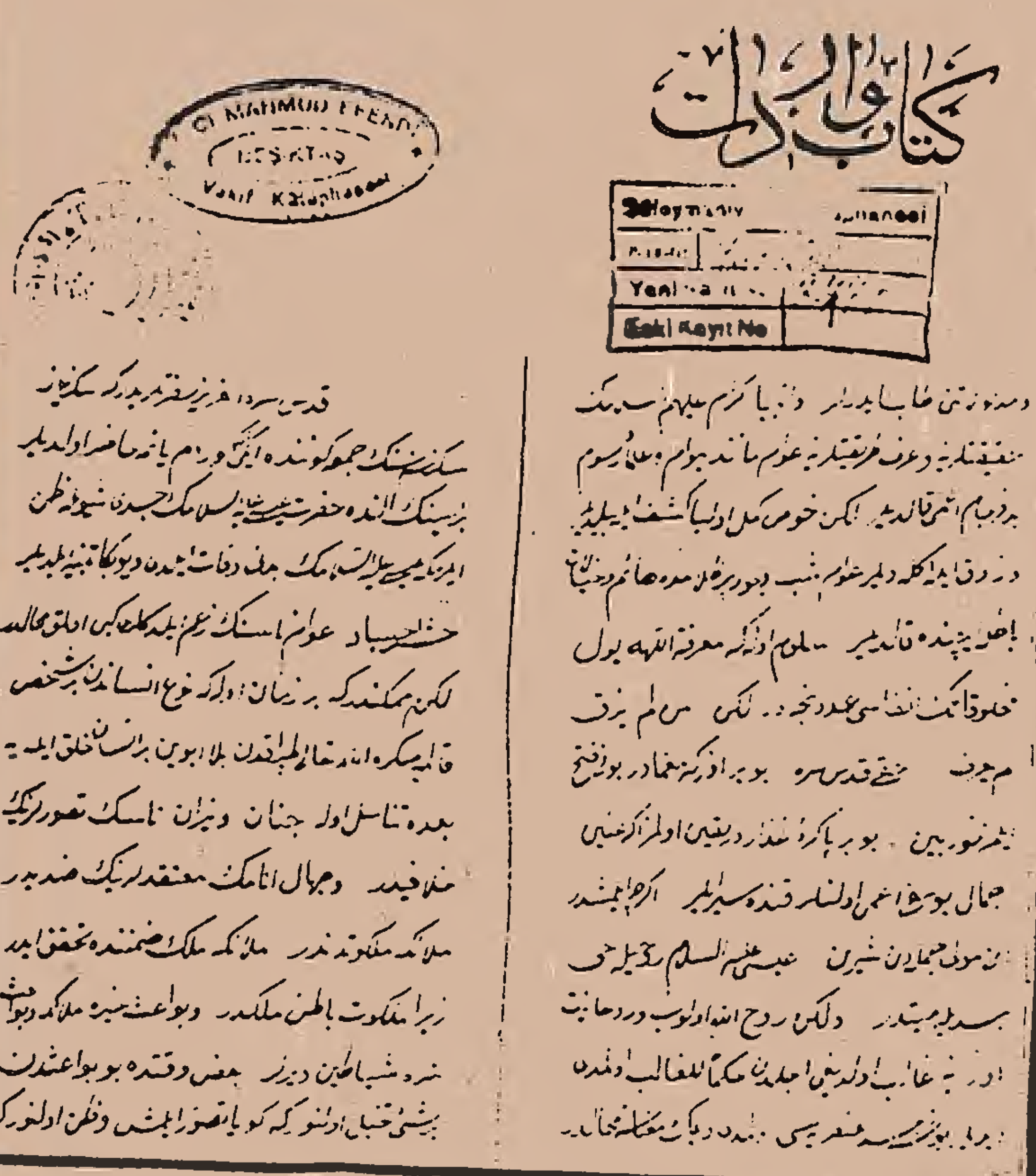

" حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسمانی لحاظ سے وفات یافتہ ہیں لیکن ان کی روح زندہ ہے چونکہ آپ روح اللہ تھے، اور روحانیت آپ پر غالب تھی، اس لئے روحانی طور پر آپ زندہ ہیں۔ حضرت شیخ بدرالدین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے کشفی طور پر ۸۰۸ھ بروز جمعہ دیکھا کہ دو آدمی میرے سامنے حاضر ہوئے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں عیسیٰ علیہ السلام کا مردہ جسم تھا۔ اور گویا وہ مجھے اشارہ سے یہ بتا رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بدن وفات پا چکا"

(قلمی نسخہ کتاب الواردات ص۱ مصنفہ شیخ بدرالدین سیماوی۔ سلیمانیہ لائبریری قسم حاجی محمود آفندی ع۲۰۵۲، ع۲۸۴۱)

ماخذ:۔ (۱) الواردات (۲) عثمانلی مؤلفری جلد ا ص۲۹ مصنفہ محمد طاہر (۳) کشف الظنون جلد ۲ ص۱۹۹۵ (حاجی خلیفہ وکاتب چلپی) (۴) معجم المؤلفین جلد ۱۲، ص۱۵۲ عمر رضا کوحالہ (۵)۔ تاریخ ملّت (مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی ناشر ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی) (۶)۔ رسالہ العربی (کویت) رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ مطابق اگست ۱۹۸۰ء ص۱۲۴ تا ص۱۲۹

بقیہ اداریہ

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ مومنوں اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ خود ہی ان میں خلیفہ بنائے گا۔

جماعت احمدیہ اور خلافت حقہ خدا تعالیٰ نے امت مسلمہ پر کمال شفقت کرتے ہوئے اس کی درد بھری حالت پر ترس کھاتے ہوئے پھر سخت تاریکی کے بعد روشنی کے دن دکھائے اور چودھویں کے چاند کو طلوع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی تاریکی کے دن ختم ہو گئے۔ اور اس نے دوبارہ منہاج نبوت پر خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا اور اپنا ایک مامور بھیج کر خلافت حقہ کو قائم کیا جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دی تھی

.... ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة (مشکوٰۃ)

پھر اسلام کی شوکت و تازگی کے دن آئے چنانچہ آج ہم بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ جو خدمت اسلام خلافت راشدہ کے دور میں ہوئی آج خلافت احمدیہ کے ذریعہ ہو رہی ہے جو ایک لمبی تفصیل کی متقاضی ہے خلافت احمدیہ کے ۸۳ سالہ دور میں جو عظیم الشان فتوحات ہمیں حاصل ہوئیں اور ہو رہی ہیں ان کی نظیر سوائے خلافت راشدہ کے گذشتہ ۱۴۰۰ سال میں کہیں نہیں ملتی

دردمندانہ اپیل ہم ان تمام بھائیوں کو جو خلافت حقہ سے محروم ہیں اور اس کے نتیجہ میں بقول ان کے مختلف قسم کے جرمانوں کو ادا کرتے رہتے ہیں اور نظام خلافت کے متلاشی ہیں۔ خوشخبری دیتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں کہ اس زمانہ (وقت) میں بھی خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اپنے بندوں کو بے سہارا نہیں چھوڑا اور ان میں خلیفہ برحق کو قائم فرمایا ہے اور جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت سے بھرپور استفادہ کر رہی ہے پس آپ بھی خدا کی اس عطا کے ساتھ شامل ہوں۔ کیونکہ خلیفۂ وقت کے ساتھ شامل ہو کر ان کے بتائے ہوئے طریق پر خدمت اسلام کے لئے کمربستہ ہونا عین سعادت ہے۔ وباللہ التوفیق۔

آخر میں دعا ہے کہ مولیٰ کریم خلافت کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور ہمیں اس کی قدر کرنے اور اس کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کی توفیق دے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت دور میں اسلام و احمدیت کو عظیم الشان فتوحات عطا فرمائے تا غلبہ اسلام ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہمیں اور ہماری نسلوں کو نظام خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین

(قریشی محمد فضل اللہ)

اظہار تشکر و درخواست دعا

محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب آف اردل (بہار) اپنے چھوٹے بیٹے عزیز ناصر احمد سلمہٗ کے معجزانہ طور پر میڈیکل کالج دھنباد میں داخلہ کی خوشی میں اعانت بدر میں ۲۵ پچیس ہزار روپے بھجواتے ہوئے درخواست دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے عزیز موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ تکمیل تعلیم کی توفیق عطا فرمائے اور پھر ایک کامیاب ڈاکٹر کے طور پر اردل میں خدمت اسلام اور خدمت انسانیت کی معجزانہ طور پر توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

٥۔ ڈاکٹر صاحب کا منجھلا بیٹا عزیز خلیل احمد سلمہٗ جو کہ I.I.T دلی سے فارغ ہونے کے بعد فی الحال جمشید پور TISCO میں ہے اسے بھی حال ہی میں (USA) کی یونیورسٹی سے ریسرچ کے لئے اسکالرشپ کا موقعہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہترین سامان مہیا فرمائے۔

٥۔ ڈاکٹر صاحب کا تیسرا بیٹا عزیز تنویر احمد سلمہٗ مدراس میڈیکل مشن میں ملازمت کر رہے ہیں شادی شدہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی سہولتیں بہم پہنچائے اور یہ خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو انجام دینے کی توفیق پائیں۔

٥۔ ڈاکٹر صاحب اپنی چھوٹی بیٹی شاہینہ کے شوہر ڈاکٹر نعیم احمد سلمہٗ (ابن مکرم ڈاکٹر محمد شمیم صاحب و محترمہ عذری صاحبہ آرہ) مقیم اسکاٹ لینڈ MRCP فائنل کا امتحان ۷ مئی سے دے رہے ہیں۔ انکی نمایاں کامیابی کے لئے۔ اور بڑی بیٹی کشور جن کے پیٹ کا اپریشن حال ہی میں کلکتہ میں ہوا ہے انکے ہاں اولاد نرینہ کے لئے خصوصی درخواست دعا ہے۔ یہ عزیزہ سید محمود احمد صاحب (ابن مکرم سید فضل احمد صاحب آف پٹنہ) کی اہلیہ ہیں نواسے ندیم اور نواسی صدف کی دینی دنیوی ترقیات کیلئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

احباب جماعت سے ڈاکٹر صاحب موصوف کی تمام نیک خواہشات کی تکمیل اور دینی و دنیاوی ترقیات اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (خاکسار: مرزا وسیم احمد امیر جماعت قادیان)

ظالم قیامت کے دن کئی اندھیروں میں ہوگا (متفق علیہ)
C.K.ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES.
MAHDI NAGAR
VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS. SAWNSIZE. TEAK POLES &
WOODEN FURNITURE

SUPER INTERNATIONAL
PHONE NO.
OFF.- 6348179
RESI.- 6233389.
(PLEASE CONTACT FOR IMPORT AND EXPORT GOODS OF ALL KINDS)
PLOT NO. 6. TARUN BHARAT CO-OP. SOCIETY LTD.
OLD CHAKALA, SAHAR ROAD, BOMBAY-400099
(ANDHERI EAST)

ارشادِ نبویؐ
اَعْلِنُوا النِّکَاحَ
(ترجمہ)
نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو
منجانب:- پرویز احمد بمبئی

طالبانِ دعا:-
آٹو ٹریڈرز
۱۶ مینگولین۔ کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"
(کشتی نوح)
NIR ®
CALCUTTA-15.
پیش کرتے ہیں:-
آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب ربڑ شیٹ، ہوائی چپل نیز ربڑ، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ
(پیشکش)
YUBA
QUALITY FOOT WEAR
بانی پولیمرز۔ کلکتہ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز:-
۵۲۰۶ - ۵۱۳۷ - ۴۰۲۸ - ۴۳